بسم اللہ الرحمن الرحیم
مکتوبات
بسلسلہ مودودی جماعت
از حضرت شیخ الاسلام
مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی
صدر جمعیۃ العلمائے ہند
وشیخ الحدیث دار العلوم
دیوبند
ناشر
ملک سنز بک سیلرز اینڈ پبلشرز
کارخانہ بازار
شاہ فیصل آباد

بلاشبہ اِس اُمّت میں فتنے بہت آئے اور آرہے ہیں۔ خیر الاُمم کا درجہ بھی اُونچا تھا اور امتحان بھی شدید ہوتا رہا۔ اگر اِس قسم کے فتنے جیسے اس اُمّت میں آئے کسی سابق اُمّت میں ہوتے تو اُسی وقت وہ اُمّت دُنیا سے مِٹ جاتی۔ یہ دینِ اسلام اور دینِ محمدؐ کی خصوصیت تھی کہ جنگِ جمل و جنگ صفین، واقعۂ حرہ، دیرالجماجم، واقعۂ کربلا وغیرہ جیسے دردناک حوادث پیش آئے لیکن اسلام کا یہ قلعہ ان سَیلابوں سے ذرہ بھر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا اور اسلام کے عساکر و افواج کا سَیلاب مشرق سے مغرب تک اپنی پُوری شوکت کے ساتھ پھیلتا چلا گیا اور باطل و کُفر کے تمام قلعے مسمار ہوتے چلے گئے اور خس و خاشاک کی طرح بہتے چلے گئے۔

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ۭ {سورۂ رعد آیۃ ۱۷}	سو وہ جھاگ تو جاتا رہتا ہے سوکھ کر اور وہ جو کام آتا ہے لوگوں کے سو باقی رہتا ہے زمین میں۔

بہر حال حق و باطل کا معرکہ ہر دَور میں گرم رہا، فرق صرف اتنا ہے کہ عہدِ نبوت کے قُرب کی وجہ سے اُمّتِ اسلامیہ کے عقائد پختہ تھے

اسلامی عملی زندگی کے آثار ونشان سب قائم تھے، فتنوں کا سَیلاب آیا اور چلا گیا یا مضمحل ہوگیا، اسلام بخیر رہا۔ لیکن اُمّتِ محمّدیہ کے ان قرونِ اخیرہ میں نہ تو وہ عقائد کی پختگی رہی، نہ عام نسلِ اسلامی کو وہ عملی زندگی و اسلامی معاشرہ نصیب ہوا جو قرونِ سابقہ کو نصیب تھا۔ خاص کر برطانوی عہدِ حکومت میں خصوصًا ۱۸۵۷ء کے بعد بڑی دانائی سے اسلامی اقدار، اسلامی معاشرے کی بنیادوں کو ہلایا گیا۔ کچھ فتنے تو خود حکومت نے قائم کئے، کچھ فتنے حکومت کی سرپرستی میں قائم ہوئے۔ کچھ فتنے حکومت کی جدید تعلیم نے پیدا کئے۔ الغرض ان فتنوں کے اثرات دُور دُور تک پھیل گئے۔ فتنے کا سب سے خطرناک رُخ وہ ہوتا ہے کہ اسلام کا نام لیکر اُٹھے اور اسلام کی خدمت کے عزم سے ظاہر ہو اور اس میں جاذبیت ہو مظاہر عمدہ ہوں، کچھ باتیں بہت ہی عمدہ ہوں، کچھ پہلو بہت مفید ہوں تحریرات میں اچھی خاصی افادیت ہو، تقریروں میں معنویت ہو۔ اس کے مؤثر و نافع پہلوؤں کو دیکھکر لوگ متاثر ہوں۔ یہ فتنے زیادہ تر اُن حضرات سے اُٹھتے ہیں جو کہ اچھی خاصی ذہانت کے مالک ہوتے ہیں۔ بڑی حد تک سنجیدگی سے آراستہ ہوتے، صحافت و انشاپردازی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ لیکن نہ تو اُن کی علمی تربیت کامل ہوتی ہے نہ اسلامی منابع اور سرچشموں سے پُوری سیرابی ہوتی ہے۔ نہ کسی مستند درسگاہ سے مستفید ہوتے ہیں نہ صحیح اربابِ علم کے صحبت یافتہ ہوتے ہیں۔ زیادہ تر مدار مطالعہ پر ہوتا ہے۔ نہ اربابِ قلوب سے قلبی تعلق و رابطہ ہوتا ہے

جس کے ذریعہِ قلب میں تقویٰ و خشیتِ الٰہی کا بیج بویا جائے۔ بلکہ اگر سوءِ اتفاق سے ذہنی الحاد میں مبتلا اصحاب کی صحبت نصیب ہوجاتی ہے تو دماغ میں ایسا عُجب و کِبر پیدا ہوجاتا ہے کہ ان علماءِ حق کو جاہل و بےعمل سمجھ جاتے ہیں بلکہ اُن سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے اور اس مرحلے پر پہنچ کر اربابِ حق سے استفادہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ جب ان کے اتباع پیدا ہوجاتے اور مداح پیدا ہوجاتے ہیں اور رفتہ رفتہ اِن میں حُبِّ جاہ کا مرض پیدا ہوجاتا ہے اور اپنی شخصیت اور عالمی شہرت کیلئے مُؤثر تدبیریں اختیار کرتا رہتا ہے اور کامیابی بھی حاصل ہوجاتی ہے اس مقام پر پہنچ کر "اَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْئَتُہٗ" کی عبرت ناک صورت پیدا ہوجاتی ہے۔ پھر کوئی نصیحت یا تنقید کارگر نہیں ہوتی۔
یہ وہی مقام ہے جہاں پہنچ کر تمام اصلاحی تدابیر ناکام ہوجاتی ہیں۔

میرے خیال میں دورِ حاضر میں جناب مودودی صاحب کی شخصیت اور اُن کی تحریک اور اُن کے کارناموں سے جو عظیم فتنہ اُمت میں پیدا ہوا ہے وہ پُورا پُورا اس بیان کا مصداق ہے جس کا نقشہ سطورِ بالا میں کھینچا گیا ہے۔ اور پھر مادّی وسائل سے اپنی تحریک کو پروان چڑھانے کا جو موقع اُن کو مِل گیا ہے اس پر مستزاد۔ ایسے حضرات پر تنقید کرنے کیلئے جن صفات کی ضرورت ہے وہ حسبِ ذیل ہیں:۔

الف:۔ علم صحیح و پختہ ہو، علومِ نبوّت سے سیرابی حاصل ہو۔
ب:۔ اربابِ قلوب کی صحبت اور تعلق کی وجہ سے تقوےٰ و

خشیت سے آراستہ ہو کہ جو کہے تو مقصود رضاءِ الٰہی ہو۔

ج:۔ ایمان میں دینی حمیت و دینی حرارت اور دینی حماست حُبّ فی اللہ بغض فی اللہ کا کمال ہو کہ جب دینی ضرورت پیش آئے خاموش نہ ہو۔

د:۔ ذکاوتِ طبع سے آراستہ ہو کہ اپنی طبعی ذکاوت سے باریک سے باریک لغزش اور اُس کے بُرے انجام کو سمجھ سکتا ہو۔

ھ:۔ قلب میں اتنی قوّت ہو کہ اظہارِ حق کی وجہ سے عوام کے طعن و تشنیع سے متأثر نہ ہو۔

و:۔ طبیعت میں عدل و انصاف ہو تاکہ تنقید میں جادۂ اعتدال سے باہر نہ ہو۔

ہمارے خیال میں ان نفوسِ قدسیہ میں جو شخص ان صفات کا مالک تھا وہ اپنے عصر میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تھے۔ موصوف سے جب جب سوالات ہوتے رہے یا کوئی دینی ضرورت پیش آئی وقتاً فوقتاً اپنے مکاتیب میں ان افکار کا اظہار فرماتے رہے۔ ان مکاتیب میں سب سے طویل مکتوب جو ۱۹ نمبروں پر مشتمل ہے وہ ہے جو جماعتِ اسلامی کے امیر جناب مولانا ابو اللیث کے نام ہے۔ جس میں نہایت تفصیل کے ساتھ ان نتائج و عواقب کا بیان ہے جو مودودی صاحب کے لٹریچر میں موجود ہیں۔ مولانا سید صبغۃ اللہ بختیاری کے نام مکتوب میں صراحت سے فرمایا ہے:۔

"میں مودودی صاحب اور اُن کے لٹریچر اور ان کی جماعت

کو سخت گمراہ اور ضالّ و مضل سمجھتا ہوں "۔

الغرض حضرت رحمہ اللہ نے اپنے مکاتیب میں اپنے تمام مخلصین کو آگاہ کر دیا تھا کہ جدید نسل کے لئے کیا کیا مضر اثرات یہ لٹریچر پیدا کر سکتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجت اس طرح پوری ہو جائے اور دین اسلام کے حقائق منکشف ہوں اور کوئی التباس باقی نہ رہے۔

محدّثِ عصر، مسندِ وقت حضرت مولانا محمّد زکریا صاحب صدیقی شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی خواہش پر مکتوبات حضرت شیخ الاسلام کی چاروں جلدوں میں سے وہ مکاتیب جو فتنہ کی نشاندہی کرتے ہیں، اُن کو نکال کر مستقل ایک رسالہ کی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ بلا شبہ یہی ان نفوسِ قدسیہ کی فراستِ ایمانی کا نور ہے جس سے اتنا جلد اس فتنے کا احساس ہوا اور اس کے بُرے عواقب و خطرناک نتائج کو تاڑ گئے۔ بہت چیزیں وہ ہیں جو بعد میں مودودی صاحب کے قلم سے ایسی خطرناک نکلی ہیں جن میں کسی تاویل کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

"خلافت و ملوکیت" میں حضرات صحابہؓ کا بغض، خصوصًا حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں جس طرح اُن کے بے لگام قلم نے جو خیال میں آیا لکھ ڈالا اور اس مقام پر پہنچ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غالی شیعہ یہ زہر افشانی کر رہا ہے۔ اور ترجمان القرآن میں وہ خطرناک عقیدہ ظاہر ہوا جس سے تمام دین حکمتِ عملی کے ماتحت ختم ہو سکتا ہے۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ سوائے توحید و رسالت وغیرہ عقائد کے علاوہ تمام دین کے

احکام حکمتِ عملی اور مصالح کی وجہ سے بدل سکتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کا آخری رفیق مولانا امین احسن اصلاحی بھی ان سے کٹ گیا اور بہت کچھ اس کی تردید میں لکھا۔ راقم الحروف نے "الاستاذ المودودی" ۱ میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس کے خطرناک نتائج سے اُمّت کو واقف کر دیا ہے۔

میرے حضرت والد محترم مولانا سیّد محمّد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی کتاب علمی مقالات حصّہ اوّل کے صفحہ ۵۶۵ تا ۵۶۷ کا ایک اقتباس نقل کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

"ماہنامہ الفرقان ماہ شعبان ۱۳۷۶ھ میں مولانا منظور نعمانی مدظلہ العالی صفحہ ۵۴ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے (مودودی صاحب نے) خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات کہدی ہے۔ نیز یہ تماشہ دیکھکر کہ ایک ہی گفتگو میں ایک موقع پر مصلحت کے لحاظ سے اسلام کے اصولوں میں ترک و استثناء کو حکمتِ دینی سے تعبیر کرتے ہیں اور معًا دوسرے موقع پر جب ضرورت کا تقاضہ اس کے برعکس ہوتا ہے تو وہ مصلحت اندیشی کے تصوّر سے بھی کانوں پر ہاتھ رکھنے لگتے ہیں۔"

تازہ چیزیں دیکھکر ہمیں وہ پُرانی بات یاد آئی اور یقین ہوگیا کہ وہ اسی نیت کے ماتحت تھی جو یہاں بالکل صاف اور شبہ سے بالاتر ہے ہاں اس اُمّت کی بدقسمتی، کبھی یہ خیال بھی نہیں ہوتا تھا کہ مولانا مودودی

صاحب کے متعلق بھی کہنا پڑے گا ؏

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

جماعتِ اسلامی نے جماعت کی دینی حالت کا جائزہ لینے کے لئے جو ایک کمیٹی پچھلے دنوں مقرر کی تھی جس کی رپورٹ ہی جماعتِ اسلامی پاکستان کے موجودہ خلفشار کا باعث ہوئی۔ غالباً اواخر ۱۳۷۵ھ میں مجلسِ شوریٰ کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ جماعتِ اسلامی کی دینی اور اخلاقی حالت بہت پست ہے، بلکہ خود مولانا مودودی کا تأثر اس کے متعلق یہ تھا کہ یہ غلاظت کے ایک ٹوکرے کی شکل میں نظر آتی ہے........ تو شوریٰ کے ایک گروپ نے جو رپورٹ کی مخالفت میں مودودی صاحب کا ہمنوا تھا مولانا امین اصلاحی کے الفاظ میں اس رپورٹ پر یہ تبصرہ کیا کہ صحابہؓ کے زمانہ میں بھی کوئی جائزہ کمیٹی بیٹھتی تو وہ بھی اسی طرح کی رپورٹ پیش کر دیتی جس طرح کی رپورٹ جائزہ کمیٹی نے پیش کی ہے........ ذرا اندازہ کیجئے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی کے حسین تخیّل کو غیر واقعی قرار دینا کتنا لرزہ خیز نتیجہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ کو بے تکلف اپنی سطح پر لایا جانے لگا۔ کیا ایسا ذہن پیدا ہو جانے کے بعد اس جماعت سے صحیح معنٰی میں دینی انقلاب کی کوئی توقع رکھی جا سکتی ہے۔ رفتہ رفتہ جماعتِ اسلامی کا ذہن یہ بنتا جا رہا ہے کہ دین کو اور دین کے تقاضوں کو اگلوں نے صحیح نہیں سمجھا، اب بس مودودی صاحب نے صحیح سمجھا ہے........ اور ظاہر ہے کہ فہمِ دین کے بارے میں سلف سے بے اعتمادی ساری گمراہیوں اور سارے

فتنوں کی جڑ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے مکاتیب میں اُس وقت تک جو چیزیں پریس میں آگئی تھیں اُن کا خلاصہ اِن مکاتیب میں آپ کے سامنے آئے گا۔ اِس وقت بہت عجلت میں یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں کہ سفرِ حرمین شریفین کیلئے پابہ رکاب ہوں ورنہ جی چاہتا تھا کہ زیادہ روشنی ڈالتا۔ وَاللہُ سُبحَانَہٗ وَلِیُّ الھِدَایَۃِ وَبِیَدِہٖ التَّوفِیق

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ

شب سہ شنبہ ۱۴ رمضان المبارک سنہ ۱۳۹۷ھ

بوقت ۱۱ بجے

ملنے کے پتے

مکتبۃ امدادیۃ باب العمرۃ مکۃ المکرمۃ

مکتبۃ امدادیۃ باب المجیدی مدینۃ المنورۃ

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا وَّ مُسَلِّمًا

حضرتِ اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی کا معمول کئی سال سے یہ ہے کہ عصر کے بعد کی مجلس میں اکابر کا کوئی مضمون یا سوانح سُنا کرتے ہیں اور بار بار فرماتے ہیں کہ باتیں تو مجھے آتی نہیں، یہ لوگ بے چارے آکر خالی مزاج پُرسی کر کے یا میرا مُنہ دیکھکر چلے جاویں، مجھے تو ضعفِ بصارت کی وجہ سے ان کا مُنہ بھی نظر نہیں آتا، اس سے یہ اچھا ہے کہ اکابر کے جواہر پاروں میں سے ان کے کُچھ کان میں پڑ جائے۔ دو سال سے مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حُسین احمد صاحب مدنی، صدر جمعیۃ العلماء ہند، و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، ہو رہے ہیں۔ اس دوران میں کبھی کوئی وقتی رسالہ "بیّنات" یا "الرّشید" ساہیوال، یا "البلاغ" کراچی یا کوئی اور رسالہ آجاتا ہے تو دو ایک دن کو اس کو بند کر کے وقتی طور پر وہ سُن لیا جاتا ہے۔ دو سال سے مکتوبات کا سلسلہ چل رہا ہے۔ کئی دفعہ احباب نے اصرار کیا کہ مودودی کے متعلق مضامین بہت منتشر اور طویل خطوط میں کچھ جملے ہیں، یہ ایک جگہ طبع ہو جائیں تا کہ حضرت کے خیالات معلوم کرنے کے جو لوگ متمنی ہیں اُن کو یکجا مل جائیں۔

فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

{ یوم السبت ۳ر صفر ۱۳۹۴ھ کو ظہر، عصر کے درمیان اقدام عالیہ میں بیٹھکر مکتوبات کی نقل شروع کی۔ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم۔ }

① مکتوب بنام امیر جماعت اسلامی ہند

در مجلسِ خود راہ مدہ ہمچو منے را | افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

محترم المقام زید مجدکم | السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والانامہ باعثِ سرفرازی ہوا۔ اس سے پہلے دعوت نامہ پہنچا تھا۔ اجلاس سالانہ جمعیۃ کے سر پر آجانے کی وجہ سے میری مصروفیتوں کا عذر جناب نے صحیح طور پر اندازہ کیا۔ مگر اس کے علاوہ اور بھی ایسے ہی یا اس سے زائد قوی اعذار اِس وقت در پیش ہیں۔ مثلاً دارالعلوم کا سالانہ امتحان ہے جو کہ رجب کی آخری تاریخوں سے شروع ہوکر ۲۳۔۲۴ شعبان پر ختم ہوتا ہے۔ نیز دارالعلوم کے تعلیمی سال کا اختتام ہے جس میں کتب مفوّضہ بخاری شریف اور ترمذی شریف کا ختم کرانا ہے۔ جس کو ۲۷، ۲۸ر شعبان تک انجام دینا ہے۔ یہ اُمور علاوہ ان اُمور کے

مخدومی۔ السلام علیکم۔ اُمید ہے کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔

جماعتِ اسلامی کے سالانہ اجتماع میں آنجناب کی شرکت کے لئے ایک دعوت نامہ کئی روز ہوئے ارسال خدمت کیا گیا تھا۔ اب تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ نے اسے قبول فرمایا یا نہیں جمعیۃ علماء کے سالانہ اجتماع کی وجہ سے آنجناب کی مصروفیتوں کا بخوبی اندازہ ہے۔ لیکن ان دونوں اجتماعات کی تاریخوں میں اتنا تفاوت ہے کہ آپ تھوڑا سا وقت ہمیں بھی مرحمت فرمائیں گے

ہیں جو کہ تمام سال میں انتہائی مصروفیتوں کے باعث ہوتے ہیں۔ جن موٹی موٹی سُرخیوں والے اشتہارات کو آنجناب ذکر فرماتے ہیں اُن کا مجھ کو آپ کے والا نامہ سے پہلے کوئی علم نہ تھا۔ صرف سہارن پور سے ایک رسالہ مسمّٰی بہ "کشفِ حقیقت" یعنی 'تحریکِ مودودیت اپنے اصلی رنگ میں' ایک صاحب نے بھیجا تھا اُس کا البتہ علم ہوا تھا۔

محترما! میرا پہلے یہ خیال تھا کہ آپ کی تحریکِ اسلامی مسلمانوں کی علمی اور عملی، دُنیاوی اور دینی کمزوریوں اور اُن کے انتشارات کو دُور کرنے اور مسلمانوں کو منظم کرنے تک ہی محدود ہے، اگرچہ طریقِ تنظیم میں اختلاف رائے ہو۔ اس لئے میں نے اس کے خلاف آواز اُٹھانا یا تحریر کرنا مناسب نہ سمجھا تھا اگرچہ افرادِ جماعت اور قائدِ جماعت کی طرف سے بسا اوقات ناشائستہ کلمات تقریراً اور تحریراً معلوم ہوئے۔ مگر ان سب سے چشم پوشی کرنا ہی انسب معلوم ہوا۔ مگر آج جبکہ میرے سامنے اطراف وجوانبِ ہندو پاکستان سے آنے والے مودودی صاحب کی تصانیف کے اقتباسات کا ڈھیر لگا ہوا ہے اور پانی سر سے گذر گیا ہے تو میں ان کے دیکھنے اور سمجھنے سے مندرجہ ذیل نتیجہ پر پہنچنے میں اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں۔

ہمارا اجتماع انشاء اللہ ۲۰ر اپریل سے شروع ہوگا۔ آنجناب سے ملنے کا اشتیاق تو بہت عرصہ سے ہے چنانچہ اس سلسلہ میں میں نے خط وکتابت بھی کی تھی لیکن بدقسمتی سے آپ اپنی مصروفیتوں کی وجہ سے اُس وقت کوئی وقت نہیں دے سکے۔ اس کے بعد مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے ذریعہ وقت کے تعین کی خواہش کی تھی۔ لیکن اُس موقع پر بھی مُلاقات کی کوئی سبیل پیدا نہ ہوسکی ــــ بہرحال میں متعدد مسائل پر تبادلۂ خیال کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہا ہوں اور بہت سے

آپ کی تحریکِ اسلامی، خلافِ سلفِ صالحین، مثل معتزلہ، خوارج روافض، جہمیہ وغیرہ فرقِ قدیمہ اور مثل قادیانی، چکڑالوی، مشرقی، نیچری مہدوی، بہائی وغیرہ فرقِ جدیدہ ایک نیا اسلام بنانا چاہتی ہے اور اسی کی طرف لوگوں کو کھینچ رہی ہے۔ وہ ان اصول وعقائد واعمال پر مشتمل ہے جو کہ اہلِ سنّت والجماعت اور اسلافِ کرام کے خلاف ہیں۔

(۱) وہ تفسیر بالرّائے کی قائل ہے۔ ہر وہ پروفیسر جو کہ ملحدانِ یورپ اور ان کی نئی روشنی کا حامل اور تھوڑی بہت عربی زبان سے واقف ہے اس کے نزدیک یہ حق رکھتا ہے کہ اپنی رائے اور مذاق سے تفسیر کرکے مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ بنے۔ اور یہی آپ کے یہاں ہو رہا ہے۔ خواہ اس کی تفسیر کتنی بھی سلفِ صالحین کے اور اقوالِ صحابہ کرامؓ کے خلاف ہو۔

حالانکہ سب سے پہلے یہی فتنہ اسلام میں پیدا ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تحکیم پر اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ کی تفسیر بالرّائے کرکے بارہ ہزار کی جماعت نے بغاوت کی اور علیحدہ ہوگئی۔ اس کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "حَقٌّ اُرِیْدَ بِھَا الْبَاطِلُ"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کو سمجھانے کے لئے بھیجا اور فرمایا کہ قرآن ذو وجوہ ہے۔ ان لوگوں کو سُنّت سے

امور میں آنجناب سے کچھ مشورے بھی کرنے ہیں۔ اگر اس اجتماع کے موقع پر آپ تشریف لے آسکیں تو یہ ہماری عزت افزائی کا بھی موجب ہوگا اور یہ پیشِ نظر مقصد بھی حاصل ہو سکیگا۔ لیکن اگر خدا نخواستہ یہ ممکن نہ ہو تو پھر اجتماع حیدرآباد سے واپسی کے بعد آپ مجھے کوئی موقع عنایت فرمائیں تو انشاء اللہ میں خود حاضرِ خدمت ہوں گا۔ اس وقت فوری مسئلہ جس پر میں گفتگو کی سخت ضرورت محسوس کر رہا ہوں وہ دارالافتاء دیوبند کا وہ فتویٰ ہے جو سہارنپور سے مودودی فتنہ کو مٹادو

سمجھانا، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سمجھایا جس پر آٹھ ہزار آدمی تائب ہو گئے۔ مگر چار ہزار اپنی ضد اور رائے پر قائم رہے اور تکفیر اور قتل کا بازار گرم کرتے رہے۔ یہی فرقہ خوارج کے نام سے مشہور اور معروف ہوا۔ اس کے بعد اس تفسیر بالرائے کی وباء اس قدر پھیلی کہ نہ صرف مسئلہ تحکیم میں بلکہ دیگر مسائل میں بھی اپنی آراء کو عمل میں لایا گیا۔ مرتکب کبائر وغیرہ دیگر مسائل میں بہت زیادہ افراط و تفریط جاری ہوئی اور نہ صرف خوارج ہی تک اس کی محدودیت رہی بلکہ فتنہ ہائے معتزلہ، روافض، جہمیہ، کرامیہ، مجسمہ، مرجیہ وغیرہ اسی تفسیر بالرائے کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئے۔ اہلِ سنّت والجماعت ہمیشہ اتباعِ سنّت اور اسلافِ صالحین، صحابۂ کرامؓ اور افاضل تابعین کو پیشوا اور رہبر بناتے ہوئے اپنی آراء اور مذاق کو انہیں کے رنگ سے رنگ کر فائز المرام ہوتے رہے اور ما أنا علیہ و اصحابی کی سند حاصل کرتے رہے۔ یہی بعینہٖ واقعہ ان ازمنۂ اخیرہ میں پیش آیا۔ نیچریہ، قرآنیہ اتباع چکڑالویہ، قادیانیہ، خاکسار، بہائیہ وغیرہ نے بھی یہی تفسیر بالرائے اور اپنی عقل اور مذاق کو پیشوا بنایا اور نصوص کو اس طرف کھینچنا یا ترک کر دینا اختیار کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی پیش بندی کرتے ہوئے فرما دیا تھا من فسر القراٰن برایہ فقد کفر (او کما قال) کیا تعجب کی

مودودی تحریک مہلک اور زہرِ قاتل ہے، مودودی کے ہم خیال گمراہ ہیں، مودودیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو" کی موٹی موٹی سرخیوں سے شائع ہوا ہے۔ معلوم نہیں یہ فتویٰ آنجناب کی نگاہ سے بھی گذرا ہے یا نہیں۔ یہ فتویٰ قدرتی طور پر ان تمام لوگوں کے لئے انتہائی حد تک تکلیف دِہ اور دل آزار ہے جو تحریکِ اسلامی کو حق سمجھ کر اس میں شریک ہوئے ہیں یا اس کو حق سمجھتے ہیں۔ ایسے فتوے کا دارالعلوم دیوبند سے شائع ہونا جہاں آپ جیسے محتاط حضرات ہیں ہمارے لئے انتہائی

بات نہیں ہے کہ وہ صحابۂ کرامؓ اور اُن کے تلامیذ جن کی زبان مادری عربی تھی اور جنہوں نے وحیِ خداوندی کا مشاہدہ کیا تھا، جناب رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ باوجود اور آپؐ کے اعمال اور سُنن کو دیکھنے والے تھے اور تابعین جو مشاہدینِ وحی کے شاگردِ رشید تھے اُن کی تفسیریں تو بالائے طاق رکھدی جائیں اور اُن کو مردود اور غلط قرار دیدیا جائے اور ان کے مقابلہ میں تیرہ سو برس بعد کے پیدا ہونے والے عجمی اشخاص جن کو زبانِ عربی اور اُس کے ادب اور اصولِ دین وغیرہ میں کوئی مہارتِ تامّہ بلکہ ناقصہ بھی نہ ہو، صرف کیمبرج یا آکسفورڈ یا کسی یونیورسٹی یا کالج کی ڈگریوں اور معمولی عربیت کی بنا پر اُن کی تفسیروں کو معتمد علیہ قرار دیدیا جائے۔ جن لوگوں کی عمریں زبانِ عربی اور علومِ دینیہ میں پڑھتے پڑھاتے گذر گئی ہیں، اُن کی تفسیر کو غلط اور تاریک خیال قرار دیا جائے اور پروفیسرانِ علوم ملاحدہ یورپ کی ستم ظریفیوں کو مُرادِ خداوندی اور مقصودِ الٰہی بتایا جائے۔ کیا کوئی عقلمند یا کوئی قوم اس بات کو روا رکھتی ہے کہ کسی فوجی کالج کے سند یافتہ کو یا انجینیرنگ کالج کے فارغ التحصیل کو اگرچہ ان کی ڈگریاں کتنی ہی اُونچی کیوں نہ ہوں میڈیکل ڈپارٹمنٹ میں کام کرنے اور بیماروں میں معالجہ کو عمل میں لانے کی اجازت دی جائے گی جبکہ وہ کسی میڈیکل کالج کی طبّی سند بھی نہیں رکھتا ہے۔ ہر شخص جانتا

حیرت اور قلق کا موجب ہوا ہے، بالخصوص ایسی حالت میں کہ ان امور کے بارے میں جن پر اس فتوے کی بنیاد قائم کی گئی ہے متعدد بار ہماری طرف سے توضیحات شائع کی جا چکی ہیں اور جن کے بارے میں ذمہ دارانِ دارالعلوم سے براہِ راست خط و کتابت بھی ہو چکی ہے جس کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔ اُمید ہے کہ آنجناب جواب سے جلد مشرف فرمائیں گے۔ والسلام

ابو اللیث

اور سمجھتا ہے کہ ایسا کرنا انسانوں کو برباد کر دینے کے مرادف ہے اور بجائے نفع رسانی مضرت اور بجائے تعمیر تخریب کا باعث ہوگا۔ یہی حال ایسے مفسّرین کی تفسیر بالرّائے کا ہے کہ سلف الصالحین کی تفسیر اور اصول دینیہ کے خلاف بجائے ہدایت، ضلالت اور گمراہی کی پیش خیمہ ہوگی۔

(۲)____ وہ پیغمبر اسلام حضرت خاتم النّبیّین صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے قیاسات اور اٹکلوں پر چلانے والا ابتلاقی ہوئی تاریخی واقعات کے ذریعہ سے احادیثِ صحیحہ اور حسنہ کو ردّی کی ٹوکری کی نذر کرتی ہے۔ حالانکہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ پیغمبروں کی جملہ تبلیغات کو وحیِ خداوندی قرار دیتی ہیں۔ دُنیاوی مشوروں اور جزئیاتِ یومیہ اور روزمرّہ کی ضروریاتِ زندگی پر اخبار ہائے نبویّہ اور احکاماتِ سماویہ تبلیغیہ کو قیاس کرنا سراسر تلبیس اور مخالفتِ نصوصِ قطعیہ ہے، ابتداع فی الدّین کی کھُلی ہوئی تجویز ہے۔

(۳)____ وہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کو سقیم یا صحیح غیر حقیقی المراد روایات کی بنا پر مثل روافض غیر قابل وثوق اور ہدفِ ملامت بناتی ہے۔ حالانکہ انہیں کے اعتماد اور ثقاہت پر پیچھے آنے والوں کے لئے اسلام کا مدار ہے۔ اگر معاذ اللہ یہ اوّلین اساتذۂ اسلام غیر قابلِ اعتماد ہوگئے تو تمام عماراتِ دین بالکل ڈھے جائے گی۔ قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ نے ان کی جگہ جگہ پر تعدیل کی ہے بے شمار احادیث اور کتبِ سابقہ ان کو معتمد علیہ قرار دیتے ہیں اور

زور دار الفاظ میں اُن کی مدح سرائی کرتے ہوئے تمام انسانوں سے افضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں۔ اس دروازہ کے کھلنے سے تمام دینی اصول و فروع ملیامیٹ ہو جاتے ہیں۔

④ ـــــــ وہ صحابۂ کرامؓ کی متعدد روایتوں کو خواہ وہ کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہوں اُن کی خوش اعتقادی پر مبنی بتاتی ہوئی واقعیت سے دُور کر دیتی ہے، حالانکہ اِس دروازہ کے کھُلنے سے تمام معجزات اور اعلیٰ ترین اخلاق و اعمالِ نبویہ کی عمارت بالکل کھوکھلی ہو جاتی ہے اور ملاحدہ کو اس سی بڑا کاری ہتھیار ہاتھ آجاتا ہے۔

⑤ ـــــــ وہ احادیث صحیحہ کے راویوں اور ائمۂ حدیث کو مجروح اور غیر ثقہ بتاتی ہوئی اقوال ضعیفہ یا غیر ظاہر المراد اقوال صحیحہ یا ان جیسے خود غرض اہلِ ہوا دشمنوں کے اقوال کو پیش کرتی ہے۔ مشاہیرِ عالم ائمۂ ثقات کو غیر قابلِ اعتبار قرار دیتی ہے۔ حالانکہ اس سے تمام ذخائرِ احادیث بالکل فنا ہو جاتے ہیں اور لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا کا سماں پیش آجاتا ہے۔

⑥ ـــــــ وہ تقلیدِ شخصی کو نہایت گمراہی اور ضلالت قرار دیتی ہے، حالانکہ یہ امر آیاتِ قرآنیہ "فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ" "وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ" "وَمَنْ یَّتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ" الآیۃ کی بناء پر فی زماننا (جبکہ اہلِ علم و جامعینِ شروط اجتہاد معدوم ہیں جیساکہ چوتھی صدی کے بعد سے آج تک احوال اور وقائع بتلا رہے ہیں)

تمام مسلمانوں پر واجب ہے، اور تارک تقلید نہایت خطرہ اور گمراہی میں مبتلا ہے۔ اس سے ایسی آزادی کا دروازہ کھلتا ہے جو کہ دین اور مذہب سے بھی بیگانہ بنا دیتا ہے اور فسق و فجور میں مبتلا کر دینا تو اس کا معمولی اثر ہے۔

(۷)______ وہ ائمہؒ اربعہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید کو گمراہی اور حرام بتلاتی ہے، حالانکہ یہ ائمہ کرام اپنے اپنے زمانہ میں آفتاب ہائے ہدایت و تقویٰ اور علوم دینیہ اور فقہ کے نہایت روشن چراغ اور انابت الی اللہ کے درخشاں ستارے ہیں ان کی تقلیدِ شخصی پر چوتھی صدی کے بعد تمام اُمّتِ مسلمہ کا اجماع ہے۔

(۸)______ وہ ہر پروفیسر اور عامی کی رائے کو آزادی دیتی ہے کہ وہ اپنے مذاق اور اپنی رائے کو عمل میں لائیں اور مسلمانوں کو اس پر چلائیں۔ خواہ اس سے سلف صالحین کے مذاق اور رائے کے کتنا بھی خلاف کیوں نہ ہو۔

حالانکہ منکرین تقلید بھی اس کے مخالف ہیں، ان کو بھی تجربہ کے بعد اس کی مضرتوں کا قوی احساس ہوا ہے۔ مولانا محمد حسین مرحوم بٹالوی جو کہ غیر مقلدوں کے نہایت جوشیلے امام تھے اور عدم تقلید کے زوردار حامی اور ہندوستان میں اس کے پھیلانے والے تھے، اپنے رسالہ اشاعت السنّہ جلد دوم ۲۰ ص ۵۱، ۵۲، ۵۳ میں لکھتے ہیں:۔

"پچیس ۲۵ برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلیدِ مطلق کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔

ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لا مذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکامِ شریعت سے فسق و خروج تو آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ، جماعت، نماز روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ سود و شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحت دُنیاوی سے فسقِ ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسقِ مخفی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں۔ ناجائز حیلوں سے لوگوں کے مال، خدا کے مال و حقوق کو دبا رکھتے ہیں۔ کفر و ارتداد و فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترکِ تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔" (اھ مختصراً)

جس بے علمی کو مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مذکور نے ذکر فرمایا ہے وہ تو اس زمانہ میں عام طور پر اہلِ علم میں بھی موجود ہے۔ بالخصوص پروفیسروں اور انگریزی تعلیم یافتہ حضرات میں۔ یہ حضرات تو علومِ اسلامیہ اور فنونِ عربیہ اور ادبِ عربی سے اسی طرح ناواقف ہیں جس طرح عوام مسلمین۔ اور اگر کسی میں قدرے شُدبُد موجود بھی ہے تو وہ بمنزلہ عدم ہے عموماً یہ حضرات اردو فارسی یا انگریزی ترجموں سے کام لیتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے جو لوگ کسی یونیورسٹی میں خواہ ہندوستانی ہوں یا یورپین عربی

کے ایم، اے اور فاضل بھی ہیں ، وہ عربی درسگاہوں کے فاضل کے سامنے بمنزلہ طفلِ مکتب ہیں ۔ نہ صحیح عبارت عربی کے قواعد کے مُطابق پڑھ سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں، نہ بے تکلف بول سکتے ہیں۔ اور اگر بعض چیدہ اشخاص میں ایسی قابلیت بھی پائی جاتی ہے تو وہ ان دیگر علوم سے یقیناً بے بہرہ ہوتے ہیں جن پر اجتہاد فی الدین کے علاوہ ادبِ عربی کا مدار ہے۔ چنانچہ مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ ایسی صورت میں ان پروفیسروں کو اجتہاد اور ترکِ تقلید کرنا اور اس کی اجازت دینا سراسر دین اور شریعت کی جڑ کھودنا اور ضلالت اور گمراہی کو پھیلانا ہے۔ ہم نے خود اس زمانہ کے مجتہدینِ مطلق کو آزما کر دیکھا ہے۔

(۹) ــــــــ وہ طرق تصوّف اور سلوک اور اس کے اعمال کو جاہلیت اور الحاد و زندقہ قرار دیتی ہے۔ اس کو بُدھ اِزم اور یوگ بتلاتی ہے حالانکہ یہی طرق اور اعمال ہیں کہ فی زماننا اسلام اور اعمال کی تکمیل اور احسان کے مامور بہ کی تحصیل اور عبودیتِ کاملہ کا استحصال بغیر ان کے اسی طرح غیر ممکن ہے جیسے فی زماننا قرآن کا صحیح پڑھنا بغیر زیر، زبر، پیش جزم و تشدید اور بغیر تجوید غیر ممکن ہے۔ اور جیسے کہ قرآن و حدیث کا فی زماننا سمجھنا اور بیت عربی کو حاصل کرنا بغیر صرف و نحو معانی و بیان، بدیع و کتبِ لغت غیر ممکن ہے۔ قرونِ اولیٰ کو تلاوتِ صحیح اور فہم معانی میں اِن چیزوں کی حاجت نہیں تھی مگر آج ہم کو بغیر ان کے کوئی کامیابی حاصل ہی نہیں ہوسکتی بلکہ خود ملک عرب اور عراق و شام و مصر کے باشندے بھی (جن کی مادری اور روزمرّہ

کی بول چال عربی ہے) ان علوم کے آج ہماری طرح محتاج ہیں۔ کم وبیش کا فرق دوسری بات ہے۔ اختلاط با لعجم نے ان کو عجمی بنادیا ہے۔ زمانہ ہائے قدیمہ اور قرونِ اولیٰ میں احسان وعبدیتِ کاملہ قُربِ زمانۂ نبویہ کی بنار پر ان طرق واعمال کی محتاج نہ تھی، مگر آج بغیر ان کے ان ماموربہا کمالات کا حاصل کرنا عادتاً غیر ممکن ہوگیا ہے۔ ان کو یوگ قرار دینا سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔

(۱۰) ــــــ وہ سلفِ صالحین اور اولیار اللہ سابقین کی شان میں نہایت زیادہ زبان درازی کرتی ہوئی سخت گستاخانہ لفظ استعمال کرتی اور ان کو عوام الناس میں نہایت ذلیل وخوار کرتی ہے۔ حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے " من آذی اولیائی آذنتہ بالحرب" اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا " اذکروا موتاکم بخیرا" اور تیسری جگہ ارشاد فرمایا " لعن آخر ھٰذہ الامۃ اولہا " جس سے تحذیر مقصود ہے۔

(۱۱) ــــــ وہ حضرت مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہ العزیز اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز اور اُن کے اتباع واحفاد اور دیگر ائمۂ ہدیٰ حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ اسرارہم ائمۂ طریقت کو مسلمانوں میں افیون اور ضلال وگمراہی کے انجکشن دینے والے اشخاص بتلاتی ہے، حالانکہ یہ وہ اکابر اور اسلافِ کرام ہیں جنہوں نے تمام دُنیائے اسلام میں دین اور سُنت کو زندہ کیا اور ان کے فیوض وبرکات سے لاکھوں

اور کروڑوں انسانوں کو وصول الی اللہ اور حقیقی تقوٰی کی نعمت حاصل ہوئی ان کے ماثر اور برکات سے تواریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔

(۱۲) ــــــ وہ مذکورہ بالا مشائخِ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ کو یوگ اور بدھ اِزم اور ضلالت کے پھیلانے والے بتاتی ہوئی اُن کی تذلیل کرتی ہے حالانکہ اعمالِ طریقت خواہ نقشبندیہ کے ہوں یا چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ وغیرہ کے یوگ اور بُدھ اِزم سے کوسوں دُور ہیں۔ طریقت کی تعلیم سراسر کتابُ اللہ اور سُنّتِ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ماخوذ اور توحید اور رسالت کی تعلیم اور جنابِ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قدم بقدم چلنے کی سخت تاکید ہے۔ جس پر حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب شاھد عادل ہیں۔ دیکھو تصانیف امامِ ربّانی و تصانیف حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور عوارف المعارف فتوح الغیب وغیرہ۔

(۱۳) ــــــ وہ علمائے ظاہر اور محافظین علومِ شرعیّہ کی شان میں گستاخی کے الفاظ استعمال کرتی ہوئی عوام کو اُن سے متنفّر کرتی ہے اور اُن کی تذلیل و توہین عمل میں لاتی ہے اور اُن کو غیر قابلِ اعتماد ٹھہراتی ہے اور مسلمانوں کو نئے اسلام اور اُس کے لیڈر کی تقلید اور تابعداری کی طرف لے جاتی ہے۔

حالانکہ اِس پُر آشوب اور پُر فتن زمانہ میں جبکہ فسق و فجور اور الحاد و کفر، ہوا پرستی اور خواہشاتِ نفسانی کا چاروں طرف دَور دورہ ہے خدا اور رسُول سے لوگ دُور ہوتے جارہے ہیں اور شریعت کو پس پُشت

ڈالتے جاتے ہیں ضروری تھا کہ محافظین شرع اور مبلغین دین وہدایت کا وقار عام میں قائم کیا جاتا اور احیائے دین اور اتباع شریعت کی صورتیں پیدا کی جاتیں، عوام کے اذہان میں اس کے برعکس توہین اور تذلیل کو جمانا دین کے مٹانے کے مرادف ہے۔ یہی طریقہ تمام مبتدعہ نے ہمیشہ سے جاری کر رکھا ہے۔ یہی طریقہ نیچریوں، قادیانیوں اور خاکساروں وغیرہ نے کیا، بلکہ مشرقی کا رسالہ ماہوار "مولوی کا ایمان" تو اس باب میں خوب کھیل کھیلا اور ہر مبتدع اور ضال اپنے عیوب کو چھپانے اور اپنی ضلالت اور گمراہی کے پھیلانے کے لئے یہی طریقہ عمل میں لاتا رہتا ہے۔

(۱۴)______ وہ احادیثِ صحیحہ کو صرف اپنی عقل اور اپنے مذاق سے مجروح قرار دیکر عام مسلمانوں کو ان سے منحرف کرتی ہے۔ حالانکہ سلف صالحین، صحابۂ کرامؓ، تابعین عظام و قرون مشہود لہا بالخیر نے ان کو قبول فرمایا ہے اور جو شبہات اس پر وارد کئے جا سکتے ہیں اُن کے دفعیہ کی صورتیں بتائی ہیں۔ اپنی عقول اور اپنے مذاق کو ہم کتنا بھی اعلیٰ درجہ عطا کریں مگر وہ ناقص اور نارسا ہی ہیں جن پر تجربہ اور واقعات شہادت دیتے ہیں، احمق سے احمق بھی اپنی عقل اور سمجھ کو سب سے اعلیٰ خیال کرتا ہے ؎

گر از بسیط زمین عقل منعدم گردد
بخود گمان نہ برد ہیچ کس کہ نادانم

(۱۵)______ وہ مثل خوارج اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ اور مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ کا لیبل لگا کر مسلمانوں کو کافر قرار دیتی ہے۔ حالانکہ

یہ اس کی غلط تاویلات اور بے ربط توجیہات کا ثمرہ اور "کلمۃ الحق ارید بھا الباطل" کا نتیجہ ہے۔ نیز سلف صالحین کی آراء اور اعمال سے بغاوت اور انحراف ہے۔

(۱۶) ــــــ وہ چکڑالوی کی طرح ذخیرہ احادیثِ دینِ متین کو (معاذاللہ) ناقابلِ اعتبار قرار دیتی ہے اگرچہ وہ اخبار آحاد ہی کیوں نہ ہوں۔ حالانکہ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک ان کو اصولِ دین قرار دیا گیا ہے اور بہ نسبت روایاتِ تاریخیہ ان کو زیادہ قابلِ اعتماد سمجھا گیا ہے۔

(۱۷) ــــــ وہ مثل فرقہ قادیانیہ اپنے قائدِ اعظم اور امیر کو ایسا مختار بتاتی ہے کہ اپنے مذاق سے جس حدیث کو چاہے قابلِ اعتماد قرار دے اور جس کو چاہے ردّی کی ٹوکری میں پھینک دے، حالانکہ ایسی مطلق العنانی رائے اور حکم میں نہ کسی میں پہلے ازمنہ مشہود لہا بالخیر میں مانی گئی اور نہ اس زمانۂ فتنہ و فساد میں مانی جا سکتی ہے (جبکہ رائے صائب) انابۃ کاملہ اور علیم کامل عنقا ہو رہی ہے۔ بلکہ حسبِ ارشاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ "من کان منکم مستناً فلیستن بمن قد مات فان الحی لا یؤمن علیہ الفتنۃ" ایسا امر موجودہ دَور کے اشخاص میں انتہائی ضلالت کا پیش خیمہ ہے۔

(۱۸) ــــــ وہ ذخائرِ فقہ کو غلط اور ذخیرۂ ضلالت بتلاتی ہوئی ترمیم اور اصلاح اور حذف کا حکم دیتی ہے اور مسلمانوں کے آج تک تیرہ سَو برس کے عملدرآمد کو جاہلیت اور گمراہی بتلاتی ہے اور سب گزشتہ مسلمانوں کو

غیر ناجی کہتی ہے۔ حالانکہ یہ ایسا فتنہ ہے کہ جس پر جس قدر بھی افسوس اور رنج کیا جائے کم ہے۔

(۱۹) ـــــ وہ مثل معتزلہ وروافض وغیرہ اپنے سائن بورڈ وغیرہ پر حقیقی توحید کا دفتر جماعت موحّدین حقیقی کا ملین اسلام یا اس کے مرادف الفاظ میں لکھتی ہے۔ جس طرح معتزلہ اپنے آپ کو اصحابُ العدل اور اصحاب التّوحید کہتے اور لکھتے تھے۔ شیعہ اپنے آپ کو محبّینِ اہلِ بیت لکھتے ہیں جس کے معنٰی یہ سمجھے گئے کہ ہم سے علیٰحدہ ہونے والے افراد اور فرقے اصحابِ عدل نہیں، نہ اصحابِ توحید ہیں اور نہ اہلِ بیت سے محبّت رکھنے والے ہیں۔

اس قسم کے سائن بورڈوں سے عوام مسلمین میں زمانہ ہائے گزشتہ میں جو زہریلا اثر پھیلا وہ ان تاریخی واقعات سے ظاہر ہے جو کہ ازمنۂ سابقہ میں معتزلہ خوارج روافض وغیرہ اور اہلِ سُنّت کے آپس میں پیش آئے اور ازمنۂ اخیر میں بھی اسی قسم کی حرکتوں سے غیر مقلدوں اور مقلدوں قرآنیوں، نیچریوں، قادیانیوں، خاکساروں وغیرہ میں ظہور پذیر ہوئے۔ ہر ایک اپنے اس قسم کے سائن بورڈوں سے دوسرے فرقوں پر اس قسم کا حملہ کرتا ہے کہ وہ اس کمال سے محروم اور خالی ہیں۔ غیر مقلد اپنے آپ کو اہلِ حدیث والتوحید کے خوشنما سائن بورڈ سے مزیّن کر کے آوازہ بلند کرتا ہے کہ احناف حدیثِ نبوی سے محروم اور توحید سے خالی ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ آپ کے سائن بورڈ سے بھی یہی چرکا لگتا ہے کہ جو لوگ جماعتِ اسلامی

کے ممبر نہیں ہیں وہ حقیقی موحد نہیں ہیں، وہ اسلامیتِ کاملہ نہیں رکھتے۔ اس سے عوام کو جس قدر انتشار اور افتراق میں مبتلا کیا جاتا ہے وہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے، جس کا ادنیٰ اثر یہ ہوگا کہ جماعتِ اسلامی میں نہ داخل ہونے والے مُشرک اور کافر اور غیر ناجی ہیں۔ ہر ایک من مانی باتوں پر ہٹ کریگا اور گالی گلوچ، مناظرہ، مجادلہ، مارپیٹ وغیرہ کا بازار گرم ہوگا۔ اور عوام کو سنبھالنا قبضہ سے باہر ہو کر اُمتِ مسلمہ کو انتہائی مُشکلات میں مبتلا کر دے گا۔

محترما! دَورِ حاضر کے ہم مسلمانان انڈین یونین کی مُشکلات جو کہ اکثریت کی طرف سے مسلمانوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ مہا سبھائیوں کی فرقہ وارانہ ذہنیت، آر۔ ایس۔ ایس کی اسلام دشمنی، آریوں کی جارحانہ مذہبی پالیسی اور مرتد بنانے کی جان توڑ کوششیں مسلمانوں کی ہر قسم کی مادّی اور رُوحانی کمزوری اور اُن کی منتشرہ حالت، ان میں احساسِ کمتری کا روز افزوں مرض ملحدانِ مغرب کی طرف سے الحاد و زندقہ کی مسموم آندھیاں مادّہ پرستی کی زوردار اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم، نفوسِ انسانیہ کا دُنیاوی اور مادّی ترقّی کا طبعی رجحان وغیرہ وغیرہ اُمور تو متقاضی تھے کہ مسلمانوں کے شیرازہ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنایا جاتا اور حکیمانہ عاقلانہ تنظیم عمل میں لاکر اُن کے خوف و ہراس، بدحواسی اور بزدلی، بے دینی اور بدعملی کو دُور کیا جاتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی تحریک اس کے برخلاف دینی اور دُنیاوی بربادی کی وبائی ہوا فضاء میں پیدا کر رہی ہے اور آئندہ تمام مُلک کو اس سے

مسموم کر دینے کا سامان مہیا کیا جا رہا ہے۔ اس لئے میں مناسب جانتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ رہنے اور مودودی صاحب کے لٹریچروں کے نہ دیکھنے کا مشورہ دوں۔

آپ حضرات کا یہ ارشاد کہ ہم کو مودودی صاحب کے اعتقادات اور شخصی خیالات سے سروکار نہیں ہے ہم اس کا بار بار اعلان کر چکے ہیں ایسا ہی ہے جیسے کہ مشرقی صاحب نے لوگوں کے اعتراضات کو تحریکِ خاکساران میں رکاوٹ دیکھکر اعلان کیا کہ ہم تو مسلمانوں میں جنگی اور حربی تعلیم اور اسپرٹ پیدا کرنا اور اس کو پھیلانا چاہتے ہیں، ہمارے عقائد اور ہماری تصانیف سے مسلمانوں کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ پھر کیا ایسا ہوا؟ اور جماعت خاکساران کیا اپنے لیڈر کے عقائد و اخلاق اور اُس کی تصانیف کی گندگیوں سے محفوظ رہی؟ خود مودودی صاحب ہی کی زبان سے سُن لیجئے۔ دیکھئے "الفرقان" نمبر ۲ و ۳ صفحہ ۹ و ۱۰ بابت ماہ صفر و ربیع الاوّل بعنوان "خاکسار تحریک اور علامہ مشرقی"۔

محترما! جب کوئی تحریک کسی شخص کی طرف منسوب ہوگی تو وہ قبلۂ توجہ ہوگا اور اُس شخص کے عقائد اور اخلاق کا اثر ممبروں پر قطعی طور پر ضرور پڑیگا۔ خصوصًا جبکہ مودودی صاحب کے لٹریچر برابر زوردار طریقہ پر شائع کئے جا رہے ہیں اور ممبروں اور غیر ممبروں کو ان کے مطالعہ کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ ایسے وقت میں وہ زہریلے مواد جو نہایت چالاکی سے زوردار تحریروں میں رکھے گئے ہیں اپنے اثر سے خالی نہیں رہ سکتے۔

میرے محترم! اُمورِ مذکورہ بالا کے ہوتے ہوئے میں نہیں سمجھ

سکتا کہ جناب سے شرفِ ملاقات سے کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے۔ میں ایک پُرانا مسلمان اور مقلد حنفی خادمِ مشائخِ طریقت ہوں۔ آپ حضرات نئے اسلام کے روشن چراغ ہیں، مسلمانوں کو سلفِ صالحین کے راستہ پر چلانا چاہتا ہوں اور اسی میں ان کی نجات سمجھتا ہوں۔ آپ حضرات مودودی صاحب کے نئے اسلام پر مسلمانوں کو چلانا چاہتے ہیں۔ اُن کی تجدید اور احیاء کو جو کہ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت سید احمد شہید وغیرہ رحمہم اللہ کو بھی نصیب نہیں ہو سکی ذریعۂ نجات مسلمانوں کے لئے قرار دیتے ہیں۔ آپ سلفِ صالحین کی تیرہ سو سالہ جاہلیت سے جو کہ مسلمانوں میں اُس وقت سے لے کر آج تک جاری رہی اور ہر مقتدیٰ اور امامِ اسلام بجز شرذمۃ قلیلۃ اس میں مبتلا رہا اس سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔ پھر اس اصول بون بعید پر کیا اُمید ہے کہ آپ مجھ پر اثر ڈالیں اور میں آپ پر کوئی اثر ڈال سکوں۔ آپ اس تحریک کو عرصۂ دراز سے چلا رہے ہیں۔ کئی برس ہو چکے ہیں کبھی آپ نے دیوبند تشریف ارزانی کی تکلیف گوارہ نہ فرمائی۔ نہ آپ نے جمعیۃ علماء کے دفتر میں آکر اُس کے کارکنوں سے تبادلۂ خیالات کر کے مسلمانوں کی بہتری کی راہ پر غور و فکر فرمایا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آج کس وجہ سے آپ کو اس طرف توجہ ہوئی۔ بہرحال میں آپ کی توجہ کا شکر گزار ہوں مگر اس بون بعید کے ہوتے ہوئے مجھ کو کوئی اُمیدِ فائدہ معلوم نہیں ہوتی۔ خصوصاً جبکہ آپ کا رامپور کا جلسۂ عام بڑے درجہ پر آپ کو پہنچا چکا ہے تو بجز اس کے کہ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ کہہ کر آپ کو تکلیف فرمانے کی زحمت سے سبکدوش کروں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

میں حیدر آباد کے اجلاس اور دیگر مصروفیتوں کی بنا، پر اس عریضہ کو پورا نہ کرسکا تھا کہ آپ کا دوسرا والا نامہ جوابی رجسٹری والا باعثِ سرفرازی ہوا اس کا بھی شکرگزار ہوں جیسے کہ پہلے والا نامہ کا شکرگزار ہوں۔

میرے محترم! مذکورہ بالا مضامین جو کہ بہت زیادہ اقتباسات سے لئے گئے ہیں بجائے خود مایوس کن ہیں۔ دارالافتاء کے مضامین کا جناب کو شکوہ ہے اور اس کے روکنے کا تا اجتماع حکم دیتے ہیں۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں ایک مستقل ادارہ ہے، اس کے سرپرست مولانا المفتی سید مہدی حسن صاحب ایک معمر تجربہ کار فاضل و محقق ہیں۔ روزانہ ان کے پاس تیس[۳۰] چالیس[۴۰] بلکہ اس سے زائد استفتاء آتے رہتے ہیں جن کے جوابات ان کو چکانے ضروری ہوتے ہیں۔ تحریکِ اسلامی مذکور کے متعلق بھی جب وہ مجبور ہوئے اور استفتوں کی بھرمار ہو گئی تو قلم اٹھانا اور مودودی صاحب کی تصانیف کو مطالعہ کرنا پڑا۔ ان کے پاس ان تصانیف کا معتد بہ ذخیرہ بھی ہے، ان کا روکنا میرے اختیار سے باہر ہے اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ آمین

ننگِ اسلاف

حسین احمد مدنی غفرلہٗ

دیوبند

(مکتوب ۱۴۰ جلد دوم ص ۴۰۳ تا ص ۴۲۸)

{ایک مکتوب میں کئی سوالات کے جواب ہیں، مودودی صاحب سے متعلق سوال یہ ہے}

سوال ۴ ملکی، قومی اور ملی مفاد کے پیشِ نظر جماعت مودودی کے کسی جائز مطالبہ میں تائید یا اشتراک ہونا چاہیئے یا کُلّی اجتناب ہو؟

جواب ۴

(از حضرت شیخ الاسلام نوّر اللہ مرقدہٗ)

میں نے اس جماعت کے اصول و فروع کو بہت دیکھا۔ یہ ایک گمراہ اور گمراہ کنندہ جماعت ہے۔ اگر اس کا تعلّق محض سیاسیات سے ہوتا تو کوئی مضائقہ نہ تھا۔ مگر اس نے تو نفسِ مذہب اور طریقِ اہلِ سُنّت والجماعت میں نقص وابرام اور قطع و برید کر ڈالی اور بہت کر ڈالی۔ وہ ایک نیا فرقہ خلاف اہلِ سُنّت والجماعت بنا رہی ہے، اس لئے اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ حکومت سے کسی ایسے مطالبہ کو لیکر کھڑی ہوتی ہے جو کہ صحیح اور شرعی ہے اور اس میں کوئی شائبہ باطِل کا نہیں ہے تو اس کی تائید اور تقویت بقدرِ مطالبہ ہونی چاہیئے کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن اینما وجدها فهو احق بها[1] (الحدیث)

---

[1] دانشمندی کی بات مؤمن کی گمشدہ دولت ہے جہاں وہ اس کو پالے تو اس کا سب سے زیادہ حقدار وہی ہے

مگر اس طرح تائید نہ ہونی چاہیئے کہ اس جماعت میں شرکت معلوم ہو اور اس کی تقویت ہو جائے۔ صرف اس جائز اور مشروع مقصد کی تائید ہونی چاہیئے۔ واللہ اعلم والسلام (مکتوب ۹۹ جلد دوم ص ۳۰۵)

ننگِ اسلاف

حسین احمد غفرلہٗ

ٹانڈہ

۲؍رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ

---

(۳)

{مکتوب بنام مولانا صبغۃ اللہ صاحب بختیاری دارالارشاد علیم آباد رای چوٹی ضلع کڈپہ مدراس}

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج مبارک۔ منسلکہ والا نامہ شعبان میں آیا تھا۔ وہ زمانہ انتہائی عدیم الفرصتی کا تھا۔ مجھ کو اس زمانہ میں بعض امراض سے بھی

---

(۳) حضرت اقدس مخدومی ومطاعی مد اللہ فیضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔
یہ ناکارہ خلائق آوارہ بہ علائق اب گذشتہ شعبان کے بعد سے اپنے ذہن کو یکسو کر لیا ہے اور بے شرط و بے تحفظ اپنے وجود کو حوالۂ خدا کرنے کا قصد کر لیا ہے۔ دربارِ عالی میں حاضری اور قدم بوسی کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ تمام بزرگان سلسلہ کو واسطہ بنا کر درخواست کرتا ہوں، میرے بندگانِ خاندان کی تمنائیں بھی یہی تھیں۔ کمترین خدام بارگاہِ حسینی (صبغۃ اللہ)

ابتلاء واقع ہوا تھا۔ جواباً عرض ہے:-

میں مودودی صاحب اور ان کے لٹریچر اور اُن کی جماعت کو سخت گمراہ اور ضالّ اور مضلّ سمجھتا ہوں۔ مجھ کو جس قدر بھی اُن کی تصانیف دیکھنے کی نوبت آئی اُسی قدر میرا گمان متعلق عقیدہ بڑھتا گیا۔ اگر آپ کی توبہ صادق ہے تو اعلان فرمایئے اور اخباروں میں شائع کرا دیجئے کہ مَیں مودودی صاحب اور ان کی جماعت کو سخت ضالّ اور مضلّ سمجھتا ہوں اور اس لئے میں ان سے علیحدہ ہوتا ہوں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس جماعت سے علیحدہ رہیں۔ ان کی تلبیسات میں نہ آئیں اور سلفِ صالحین کے متبع ہو کر احیاء شریعت حقہ اور اتباع سُنّت نبویہ علٰے صاحبها الصلوٰة والسّلام میں سرگرمِ عمل رہیں۔ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْل۔ والسلام (مکتوب ۱۲۰ جلد دوم ص ۳۴۷)

ننگِ اسلاف

حسین احمد غفرلہٗ

دیوبند۔ ۳ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ

مولانا بختیاری کا اعلان بیزاری۔ مدینہ مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۵۳ء

مولانا سید صبغۃ اللہ بختیاری علاقہ آندھرا جنوبی ہند اس امر کا اعلان کرتے ہیں کہ ان کو جماعتِ اسلامی کے نام سے جو مجموعۂ افراد کی تنظیم ہوئی تھی کوئی علاقہ نہیں رہا۔ بعض وجوہ کی بناء پر پہلے قلب ٹوٹ گیا پھر قالب الگ ہو چکا ہے۔ اور اس امر کا اعلان بھی کرتا ہے کہ قرآن و حدیث، فقہ تصوف ان علومِ دینیہ اربعہ کے بغیر ہند میں تحریکِ اسلامی کا نام لینا مشکل ہے۔ اور چند خالی الذہن افرادِ احاد کا مہیا ہو جانا کافی نہیں جبتک کہ اصحاب تفقہ کا اجتماع نہ ہو جائے۔ تبلیغ دعوت و اصلاح کے اہم کام انجام نہیں پا سکتے۔ وَهُوَ الْمُوَفِّق

{مکتوب بنام جناب اقبال احمد خاں صاحب سہیل ایل، ایل، بی}

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج مبارک۔ مجھ کو بعض ضروری گزارشات عرض کرنی ہیں مگر چونکہ عرصہ سے اعظم گڑھ حاضر ہونے کا اتفاق نہیں ہوا اس لئے اب تک ان کے پیش کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس مرتبہ رمضان شریف میں سخت بیمار ہو گیا تھا جس کا اثر اب تک ہے اس لئے اس سفر میں حاضری سے محروم رہا۔ مجبورًا تحریر کرنا ضروری معلوم ہوا۔ مدرسہ اصلاح سرائے میر سے مجھ کو جو کچھ قدیم سے تعلق ہے وہ آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہے۔ مدرسہ مذکور کے رُوح رواں مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو کہ قرآن شریف کے مسلّم عالم تھے۔ اور ایک خاص فکر و خیال رکھتے تھے۔ ضرورت تھی کہ مدرسہ مذکور کے اساتذہ اور طلباء مولانا مرحوم کی زندگی کو اپناتے اور سلفِ صالحین اور اکابر اہلِ سُنّت والجماعت کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے مولانا مرحوم کے اصُول کے مطابق علمی جدوجہد جاری رکھتے۔ لیکن یہ معلوم کر کے سخت صدمہ ہے کہ اب اس مدرسہ میں مودودی جماعت کا زور ہے۔ جیسا کہ جماعت کا آرگن زندگی رامپور مورخہ دسمبر و جنوری ۵۲-۵۳ء صفحہ ۱۰۲ سے ظاہر ہے۔ ایسی صورت میں آپ جیسے اراکینِ مدرسہ کا فرض ہے کہ اس خیال کے لوگوں سے مدرسہ کو پاک فرمائیں۔ یا کم از کم یہ کریں کہ مدرسہ سے ان کے لٹریچروں اور

خیالات کی (جو کہ گمراہیوں سے بھرے ہوئے ہیں) نشرو اشاعت قطعاً نہ ہو
میں نے ان کو بغور دیکھا ہے۔ میں جہاں تک سمجھ سکا ہوں یہ جماعت مسلمانوں
کے عقائد اور اصول کے لئے سخت مضر اور گمراہ کُن ہے۔ یہ رائے صرف میری
نہیں ہے بلکہ تمام علمائے دیوبند و سہارنپور و دہلی وغیرہ اسی نتیجہ پر ہیں۔ اگر
زندگی باقی ہے اور حاضری کا کوئی موقع ملا تو انشاء اللہ مزید توضیحات پیش
کروں گا۔ وَالسَّلَامُ

ننگِ اسلاف
حسین احمد غفرلہٗ
ٹانڈہ، فیض آباد، ۴؍ جولائی ۵۳ء

(مکتوب ۱۳۷ جلد دوم ص ۳۸۸ تا ص ۳۹۴)

۵

{مکتوب بنام مولانا عبد اللہ بستوی}

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

محترما! مودودی جماعت کے لٹریچر جن کی اشاعت کی جا رہی ہے
وہ ایسے مضامین سے لبریز ہیں جو کہ ضلال سے پُر ہیں۔ گمراہی کے پھیلانے

---

(۵) سیدی و مطاعی و استاذی و مرشدی ادام اللہ فیضکم ونفعنا بہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔
آج یکم ذیقعدہ بروز جمعہ گرامی نامہ دستیاب ہوا۔ بغور پڑھا۔ ایسے مکاتیب سے جو صدمات ہونے چاہئیں ہوئے، اور نہ جانے کب تک رہیں گے۔ اللّٰھم ارحمہ رحمۃ کاملۃ سرنامہ پر سلام اور نقشِ تسمیہ نہیں تھا۔ اخیر میں سلام کے لئے وہ الفاظ استعمال کئے تھے

والے ہیں "مُشتے نمونہ از خروارے" چند باتیں پیش کرتا ہوں۔

صفحہ ۳۲۷ ترجمان ۳۵/۳۹ میں بطور قاعدۂ کُلیہ لکھا گیا ہے :۔

"اگر کسی شخص کے احترام کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پر کسی پہلو سے کوئی تنقید نہ کی جائے تو ہم اس کو احترام نہیں سمجھتے بلکہ بُت پرستی سمجھتے ہیں اور اس بُت پرستی کو مٹانا منجملہ ان مقاصد کے ایک اہم مقصد ہے جس کو جماعتِ اسلامی اپنے پیشِ نظر رکھتی ہے۔"

غور فرمائیے اس کے الفاظ میں وہ عموم ہے جو کہ انبیاء، اولیاء صحابہ، تابعین، ائمۂ مذاہب محدثین، فقہاء، عوام و خواص سب کو شامل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور نہ خلفائے راشدین وغیرہ میں سے کوئی بھی مستثنےٰ نہیں ہے۔ کسی کو بھی تنقید سے بالاتر کہنا اور سمجھنا بُت پرستی اور شرک ہے۔

ادھر دستورِ جماعت مطبوعہ مکتبہ جماعتِ اسلامی لاہور صفحہ ۵ میں ہے

"رسُولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا

جو...... کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ اس سے مجھے اچھی طرح یقین ہوگیا کہ حضرت نے میرے متعلق کیا نظریات قائم کئے ہیں اور غالباً میرے عریضہ کی سطروں پر نظرِ مبارک بھی نہیں ڈالی گئی۔ سمع خراشی معاف فرما کر میرے مختصر حالات معلوم کریں لَعَلَّ اللہ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا۔

غالباً ۱۳۵۸ھ میں اللہ کے فضل نے دستگیری فرمائی اور دولتِ ایمان نصیب ہوئی اتفاق سے حضرت استاذی مولانا عبدالوہاب صاحب کا ساتھ ہوا۔ موصوف نے اپنے بچے کی طرح پرورش

نہ ہو" الخ

آپ ان دونوں اعلانوں اور اصولوں پر غور کیجئے۔ کیا ان میں احکامِ قرآنیہ اور اصولِ اسلام اور مسلّمات اہلِ سُنّت والجماعت سے بغاوت نہیں ہے اور تمام ان مسلمانوں کی تکفیر اور تضلیل نہیں ہے جو کہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالےٰ کی تقلید کرتے ہیں۔ قرآن وحدیثِ صحیح صحابہؓ کو معیارِ حق بتاتے ہیں۔ اُن کی ہر طرح مدح سرائی کرتے ہیں۔ ان کے اتباع کا حکم کرتے ہیں۔ مگر یہ جماعت ان کے اتباع کو بت پرستی بتلاتی ہے اور اس قدر عموم کے ساتھ نفرت دلاتے ہیں کہ جن سے نہ صرف صحابۂ کرامؓ اور اولیاء اللہ سے انقطاع ہوتا ہے بلکہ انبیاء علیہم السّلام اور خود سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری سے بھی انقطاع پیدا ہوتا ہے۔ نہ اجماعِ صحابۂ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین قابلِ اعتماد رہتا ہے، نہ اوامرِ خلفائے راشدین وشیخین رضی اللہ عنہم اجمعین نہ فتاویٰ دیگر صحابہؓ وتابعین اور اوامر ومجتہدات واجماعِ اہلِ قرون مشہود لہا بالخیر اور ائمۂ مذاہب قابلِ اعتماد رہتے ہیں اور نہ ان کے مقلدین اور اتباع مسلمان رہتے ہیں بلکہ سب کے سب بُت پرست اور ضالّ ہو جاتے ہیں۔ صحابۂ کرامؓ

کی اور تعلیم دلائی۔ دارالعلوم بھیجا۔ تعلیم کے بعد شادی کر دی۔ اب اُن کے مدرسہ میں تعلیم دے رہا ہوں، اکثر کاروبار مجھ ہی سے متعلق ہیں، ان کو مجھ ہی سے بڑی بڑی اُمیدیں ہیں۔ میں نے ایک دکان کر لی ہے جس کا کام قرض سے چل رہا ہے۔ اس وقت بھی تقریباً ۵۰۰ روپے کا قرض ہے۔ یہ ہیں میرے حالات۔

مودودی ہونے اور نہ ہونے کے متعلق بہترین جواب تو وہی ہے جو حضرت عائشہؓ نے

رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:۔

اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (سورۂ توبہ)

اور سبقت کرنے والے پہلے مہاجرین اور انصار اور جنہوں نے ان کی پیروی کی نیکو کاری میں، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور اللہ نے تیار کر رکھے ہیں ان کیلئے باغ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں، اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا

محمدؐ اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں سخت ہیں کافروں پر۔ نرم دل ہیں آپس میں تو اُن کو دیکھتا ہے رکوع کرنیوالے سجدے کرنیوالے طلب کرتے ہیں اللہ کا فضل اور خوشنودی

عند الافتراء دیا تھا۔ دیکھنے والے سمجھ رہے ہیں کہنے والوں کو موقع ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ میں جماعت اسلامی میں داخل نہیں۔ البتہ ایک تک اس کے تعلیمی نظام کو پسند کرتا تھا۔ دیگر طریق کار سے مجھے قطعاً اطمینان نہیں۔ آج تک صرف ایک اجتماع میں شریک ہوا ہوں، وہ بھی صرف دیکھنے کی غرض سے۔ جب آپس میں تعارف کرا رہے تھے تو اپنی باری پر میں نے یوں کہا تھا کہ فلاں جگہ ضلع لبستی میں ایک جماعتی طرز کے مدرسہ میں تعلیم دیتا ہوں۔ جماعت سے میرا کیا تعلق ہے

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ (سورۂ فتح)

ان کی نشانی ان کے چہروں پر ہے سجدوں کے اثر سے۔ یہی ان کی صفت ہے توریت میں اور ان کی صفت انجیل میں۔

تیسری جگہ فرماتا ہے:۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ۔ أُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ۔ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً الخ (سورۂ حجرات)

لیکن اللہ نے محبت ڈالدی تمہارے دلوں میں ایمان کی اور اس کو عمدہ کر دکھایا تمہارے دلوں میں، اور تمہاری نظروں میں بُرا بنا دیا کفر اور فسق اور نافرمانی کو یہی لوگ ہیں جو نیک چلن ہیں، اللہ کے فضل اور احسان سے۔

چوتھی جگہ فرماتا ہے:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

تم بہتر ہو اُن اُمتوں میں جو پیدا ہوئیں، لوگوں کیلئے تم حکم کرتے ہو

میں نہیں جانتا اسے جماعت والے جانیں (ہر شخص اپنا تعلق بھی بتلاتا تھا) میرا مطلب یہ تھا کہ ذمہ دارانہ اور عہدہ دارانہ تعلق بالکل نہیں۔ اجتماع کے نگراں کے (جو رامپور سے آئے تھے) سوال پر کہ جنابنے کیا ترقی کی اور لٹریچروں میں سے کس کس کا مطالعہ کیا۔ جواب دیا کہ دارالعلوم میں جن رسالوں کو دیکھا تھا بس انہیں کو دیکھا ہے اور اس وقت جس سطح پر تھا اس پر ہوں اور اس میں فرق نہیں آیا ـــــــ اب حضرتِ والا کو کس طرح یقین دلاؤں کہ میں اپنے قول

وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ‏ نیک کاموں کا اور منع کرتے ہو
وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ الخ (آل عمران) ‏ بُرے کاموں سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔

پانچویں جگہ فرماتا ہے:۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ ‏ اور اسی طرح ہم نے تم کو
اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا ‏ بنایا ہے اُمتِ معتدل
شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ‏ تاکہ بنو تم گواہ لوگوں پر
وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ ‏ اور بنے رسول ؐ تم پر
شَهِيْدًا۔ ‏ گواہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں معیارِ حقانیت بتلاتے ہوئے ما انا علیہ واصحابی[1]۔ مگر یہ جماعت ان کے معیارِ حق ہونے کو اور ان کو مبرّا از تنقید کہنے کو بُت پرستی کہتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ۔ عضوا علیہا بالنواجذ[2]۔ اور یہ جماعت ان کی ذہنی غلامی اور معیارِ حق سمجھنے کو ضلالت اور بت پرستی قرار دیتی ہے۔

---

[1] ترجمہ:۔ جس پر مَیں اور میرے صحابہؓ ہیں۔
[2] ترجمہ:۔ تم پر لازم ہے میری سُنّت پر عمل کرنا اور ان خلفاء کی سُنّت پر عمل کرنا جو راشدین ہدایت یافتہ ہیں۔ انکی سُنّت کو دانتوں سے پکڑ لو۔

میں صادق ہوں۔ یہاں رہ کر اُستادِ محترم مولانا عبدالوہاب صاحب کا مقابلہ کرنا یا تبادلۂ خیالات کرنا نہ مفید ہے اور نہ ہو سکیگا۔ یہاں رہتے ہوئے ہر قسم کے تعلقات تو منقطع ہو سکتے ہیں بلکہ ہیں ہی نہیں البتہ تعلیمی نظام پر عمل ضرور ہوگا، کم از کم اس معیار پر رہنا ضروری ہوگا جس پر ہوں آگے آپکا جو حکم ہو انشاء اللہ بسر و چشم قبول کرونگا اور وہی میرے اس دعوے کی دلیل ہوگا کہ میں مودودی نہیں ہوں۔ اللہ میرے حال پر رحم فرمائیں۔
احسن کما احسن اللہ الیک۔ ‏ خویدکم عبداللہ البستوی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بالذین[1] من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ۔ اور جماعت اس سے منع کرتی ہے اور بت پرستی کہتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اصحابی کالنجوم[2] بایّھم اقتدیتم اھتدیتم۔ اور یہ جماعت اس کو بت پرستی قرار دیتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں رضیت لامّتی[3] ما رضی بھا ابن اُمّ عبد۔ اور یہ جماعت اس کو ضلالت اور شرک قرار دیتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لوکنت[4] مستخلفاً احداً بغیر مشورۃ لاستخلفت ابن امّ عبد۔ اور جماعت ان کو معیارِ حق بنانے کا انکار کرتی ہے اور شرک اور اتخاذ ارباب من دون اللہ قرار دیتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لوکان الدّین عند الثریا لنالہ رجل من ابناء فارس۔ اور یہ جماعت اس کے مصداق اوّل حضرت امام ابوحنیفہؒ کو غیر حقانی ان کے اتباع کو بت پرستی قرار دیتی ہے

---

[1] تم پر لازم ہے ان دو کی اتباع اور پیروی جو میرے بعد ہوں گے یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما۔
[2] میرے صحابہؓ مثل ستاروں کے ہیں۔ ان میں سے تم لوگ جس کی اقتدا کر لوگے ہدایت پا جاؤ گے۔
[3] میں نے اپنی اُمت کے لئے وہی پسند کیا جس کو ابن اُمِ عبد نے پسند کیا۔
[4] اگر میں کسی کو بغیر مشورہ کے خلیفہ بناتا تو بناتا بیٹے اُمِ عبد کو۔

اور جماعتِ اسلامی کا نصب العین ایسے اُمور کو بتلاتی ہے۔

محترما! اگر میں تمام ضلالت اس جماعت کی اور ان احادیث کو جو تمام صحابہ کرامؓ اور تابعین کے معیارِ حق ہونے اور ان کی ذہنی غلامی کے واجب ہونے کی ہیں ذکر کروں تو ایک طویل اور ضخیم کتاب ہو جائے۔ یہ چند باتیں ذکر کر کے امیدوار ہوں کہ غور کیجئے۔ اگر سمجھ میں آئے تو جلد از جلد ان سے علیحدہ ہو جایئے اور ان کی ضلالتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کیجئے ورنہ عذابِ آخرت کے لئے تیار ہو جایئے۔ یہ استاد کا احترام اُسی وقت تک ہے جبتک وہ صراطِ مستقیم پر ہے اور جبکہ اس نے صحابۂ کرامؓ کا احترام اور اتباع سلفِ کرام چھوڑ دیا اور تمام مسلمانوں کے اساتذہ کرام کو چھوڑ دیا۔ اور باغیوں اور غیر مقلدوں اور اہلِ ضلال میں شامل ہو گیا تو کوئی احترام اس کا باقی نہیں رہا۔ مودودیوں کی کتابوں کو پڑھنا ضلالت اور گمراہی ہے۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔ ھَدَانَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ لِمَا یُحِبُّ وَیَرْضَاہُ اٰمِیْن۔ والسلام

ننگِ اسلاف

حسین احمد غفرلہٗ

(مکتوب نمبر ۱۳۸ جلد دوم ص ۳۹۴ تا ص ۴۰۱)

(۶)

{بنام مولانا محمد ادریس صاحب سرائے میر اعظم گڑھ}

محترم المقام زید مجدکم　　السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا۔ یاد فرمائی کا شکر گزار ہوں میرے مکتوبات پر ان کا اعتراض کرنا بے محل ہے

(الف) یہ مکتوب جیل میں لکھا گیا جبکہ میرے پاس کتابوں کا کوئی ذخیرہ نہ تھا۔

(ب) یہ مکتوب شخصی کلام ہے اس میں کوئی اصول اور دستور دِکھلایا نہیں گیا۔

(ج) کسی جماعت کی بنیاد نہیں رکھی گئی۔

(د) اس کو قبل طبع اور بعد طبع پُورا دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔

(ہ) اس کی تصحیح میں اگرچہ ناشر نے بہت کوشش اور عرق ریزی فرمائی ہے مگر پھر بھی بہت سی غلطیاں کھُلی ہوئی موجود ہیں۔

(و) اس میں کوئی عقیدہ نہیں دکھلایا گیا جو کہ مدارِ مذہب ہوتا ہے۔

---

(۶) مخدومی و مطاعی متعنا اللہ بطول حیاتکم　السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مزاج گرامی! بفضلہ تعالیٰ اچھا ہوں۔ خدا کرے حضرت والا بعافیت ہوں۔ حضرتِ والا کی تقریر کے جو اثرات لوگوں پہ ہوئے ہیں اور عام طور پہ مودودی جماعت سے جو نفرت پیدا ہو گئی ہے اُس کو مٹانے اور محو کرنے کیلئے یہ لوگ کوشش میں ہیں۔ یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اس کام کیلئے کسی اجتماعِ عام کے موقع پر مکتوباتِ شیخ الاسلام جلد اوّل میں سے حضرتِ اقدس کا ایک مکتوب جو صـ۲۵۸ پر ہے

(ن) اگر اس میں کوئی بات خلافِ اصولِ اہلِ سُنّت والجماعت پائی جائے تو شخصی رائے ہوگی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو تمام اہلِ سُنّت والجماعت غیر معصوم مانتے ہیں مگر یہ قابلِ تسلیم نہیں ہے کہ معیارِ حق صرف معصوم ہی ہو سکتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضاء کا اعلان کر دیا۔ اس کے جنّتی اور مخلّد فی الجنّۃ ہونے کا اعلان کر دیا وہ کیوں نہ معیارِ حق ہوگا جس کے تحفّظ کی ذمّہ داری اللہ تعالیٰ نے لے لی۔ جسے آیت حجرات بتلاتی ہے اُس کے محفوظ ہونے میں کیا شک کرنا درست ہوگا؟ جس کو اجتباء اصطفاء ہدایت وغیرہ نعمِ کاملہ سے سرفراز فرمایا وہ کیوں نہ معیارِ حق ہونے کا حقدار ہوگا۔

امور مسئول عنہا

(۱) قبطی کا قتل یقیناً قبل اعطاء النّبوّۃ ہے۔ حضرت موسٰی علیہ السّلام کو نبوّت مدین سے ہجرت فرمانے پر راستہ میں طور پر عطاء فرمائی گئی اور یہ واقعہ قبطی کے قتل کا حضرت موسٰی علیہ السّلام کے مصر سے مدین جانے کا سبب ہے جس کا تقدّم اظہر من الشمس ہے۔ سورۂ قصص میں اعطاء حکم اور علم کا اس سے قبل ذکر کرنا تقدم زمانی کا موجب نہیں ہے۔ کما ذکرہ ارباب التفسیر۔

اور یزید کی خلافت سے متعلق ہے استعمال کیا جائے گا۔ بنیاد یہ ہوگی کہ انبیاء کرام کی شان میں لوگ ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو اُن کے مرتبہ سے فروتر ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ خود صحابہؓ کو غیر معصوم مانتے ہیں، یعنی ان سے غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں۔ تو جن سے غلطیاں سرزد ہوں اُن کو کیسے معیارِ حق بنایا جا سکتا ہے۔ خیر جب اس قسم کے فتنے سامنے آئیں گے تو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ خدّام کافی ہیں۔ محض حضرت والا کی اور توجّہ کی ضرورت ہے۔ البتہ میں اپنے مزید

(۲) اگرچہ حضرت ہارون علیہ السّلام وزیر اور خلیفہ تھے اور اُن کو نبوّت بھی حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی دُعا ہی سے ملی مگر جب نبوّت دیدی گئی توحسبِ قاعدۂ کُلیہ الشّیء اذا ثبت ثبت بلوازمہ۔ نبوّت کے تمام لوازم کا تسلیم کرنا ضروری ہے۔ باز پُرس کا حق اسی درجہ میں تسلیم کیا جا سکتا ہے جس درجہ میں لوازمِ نبوّت کا ثبوت رکھا گیا ہو۔ نیز بڑے بھائی ہونے کا بھی احترام کیا گیا ہو جو کہ "یا ھارون ما منعك اذ رأیتھم ضلّوا ان لّا تتّبعن افعصیت امری" تک ہی ہو سکتا ہے۔ اخذ رأس، اخذ لحیہ اور جَرّ باز پُرس میں سے نہیں ہیں۔ علیٰ ھٰذا القیاس القاء الواح کو وضع کے معنٰی میں لینا تحریفِ معنوی سے جدا نہیں ہے۔

اس مقام پر اس سے غفلت کرنا غلطی ہوگا کہ ہم معصیت کی حقیقت پر غور نہ کریں۔

محترما! کسی عمل کے طاعت اور معصیت ہونے کا مدار نیت ہی پر ہے "انّما الاعمال بالنّیات و انما لکل امرا ما نوی" نص صریح ہے۔ نیز حدیث انّ اللہ لاینظر الیٰ صورکم بل ینظر الی قلوبکم و نیّاتکم (اوکما قال) پس وہ اعمال جو کہ سہوًا یا خطاءً یا غلط فہمی سے صادر ہوں وہ درحقیقت

اطمینان کے لئے چند باتیں جاننا چاہتا ہوں جو درج ذیل ہیں۔ اجمالی اشارات بھی کافی ہو سکتے ہیں۔ اجمال کی تفصیل انشاء اللہ میں خود کرلوں گا۔

(۱) قبطی کے قتل کا واقعہ قبلِ نبوّت کا ہے یا بعد نبوّت کا۔

(۲) یہ درست ہے کہ حضرت ہارونؑ نبی تھے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ بڑے بھائی تھے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ ان کے وزیر اور خلیفہ تھے۔ خلیفہ سے اس کی کوتاہیوں پر باز پُرس کا حق

معصیت نہ ہوں گے (جبکہ نیت میں فساد اور نافرمانی نہ ہو) اگرچہ صورتِ معصیت پر کبھی مواخذہ بھی ہو جائے۔ فان حسنات الابرار سیّئات المقرّبین نزدیکاراں بیش بود حیرانی۔ یقیناً حضرت موسٰی علیہ السّلام کی نیت ان معاملات میں صحیح تھی۔ حُبِّ خداوندی اور غیرتِ دینی ان اسباب اور اعمال کے موجبات ہیں اس لئے تمحّلات اور تکلّفات کا ارتکاب بے محل ہے جس سے تحریفِ معنوی کا بہت بڑا دروازہ کھلتا ہے۔ عصمت تو معصیت سے تحفّظ کی ضمانت کرتی ہے۔ سہو، خطا، غلط فہمی کی محافظ نہیں ہے اور غالبًا یہی وجہ ہے کہ بوقتِ شفاعتِ کبریٰ قتل قبطی کا تو تذکرہ فرمایا گیا اور حضرت ہارون علیہ السّلام اور الواح کا تذکرہ نہیں آیا۔ قبطی کے قتل میں نیت کا فرق کچھ نہ کچھ ضرور ہے، اگرچہ قصدِ قتل نہ ہو مگر اس واقعہ میں نیت نہایت اعلیٰ تھی۔

(۳) حضرت موسٰی علیہ السّلام کے استغفار (عما فعلہ بھارون علیہ السّلام والالواح) کے متعلق تفسیر مظہری جلد ثالث ص۴۶۴ میں ہے۔

والظاهر ان المقصود الاستغفار لاخيه ضم اليه نفسه توطية له ودفعا للشماتة عنه ولان سمنة

ہے چنانچہ حضرت موسٰیؑ نے اسی حیثیت سے بازپرس فرمائی بئسما خلفتمونی اس پر شاہد ہے جبکہ معاملہ اس حیثیت سے ہو تو نبی کی توہین کا سوال کب پیدا ہوتا ہے۔ رہا القاء الواح کا معاملہ تو کیا یہ ممکن نہیں ہے القاء کو وضع کے معنی میں لیا جاسکے محض بے توجہی کے اظہار کیلئے القاء کا لفظ استعمال ہوا ہو۔ اگر ایسا درست ہو تو معاملہ ہلکا ہو جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو بات ہو سکتی ہے وہ یہی کہ جوشِ غضب میں بے اعتدالی کا ظہور ہوا۔

الاستغفار لغیرہ ان یبدء بالاستغفار لنفسہ دفعاً لتزکیۃ النفس ولان الدعاء بعد الاستغفار اقرب الی الاجابۃ ومن ثم ورد فی دعاء الجنازۃ اللّٰھم اغفر لحیّنا ومیّتنا قدم الاستغفار للاحیاء لکونہ منھم وفی الدعاء لاھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم وقال اللہ لنبیّہ صلی اللہ علیہ وسلم مع کونہ معصوما واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنات حتّٰی تبقی منہ سنۃ فی امتہ الخ

اِس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السّلام اپنے آپ کو مرتکبِ معصیت نہیں سمجھتے ہیں اور نہ حقیقتاً اس سے استغفار کرتے ہیں، بلکہ اپنے استغفار کو بھائی کے استغفار کیلئے توطیہ اور تمہید بناتے ہیں۔

اور اگر بالفرض مذکورہ بالا تحقیق ناقابلِ قبول ہی سمجھی جائے (حالانکہ اس کے قبول کے شواہد صحیحہ موجود ہیں) تو مجھ کو اس کے قبول کرنے میں کوئی باک نہیں کہ یہ غلطی اور سبقت قلم ہے۔ استغفر اللہ عن کُلّ ذنب واتوب الیہ

---

(۳) حضرت والا کا ارشاد ہے "مگر اس ذنب سے حضرت موسٰیؑ کا استغفار منقول نہیں" حالانکہ استغفار منقول ہے "قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ" کیا یہ سہو کتابت کی بنا پر ہے۔

(۴) انبیاء کرامؑ معصوم ہیں اور باوجود معصوم ہونے کے ان سے لغزشیں ہوئیں لیکن وحیِ الٰہی نے فوراً اصلاح فرمادی اور اُن کی لغزش انہیں محسوس کرادی۔ اس لئے بلاشبہ انہیں معیارِ حق

(۴) الف ۔ انبیاء علیہم السّلام کو معیارِ حق قرار دینا اور اُس کو جزوِ ایمان سمجھنا کسی نصِ صریح میں وارد ہے یا عقلی قضیہ ہے۔ یعنی جس طرح محمد رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نصِ صریح ہے۔ کیا محمد معیار للحق بھی کسی نص میں وارد ہے کہ اس کو جزوِ ایمان بنایا جائے یا نہیں، یا کسی نص میں وارد ہے النبی معیار للحق یا کہیں فرمایا گیا ہے " الانبیاء معیار للحق "۔

ب ۔ اگر نصِ صریح میں وارد نہیں ہے بلکہ عقلِ صحیح اور دلائلِ صریحہ اس کے باعث ہیں تو کیا رسالت اور معیارِ حق میں نسبتِ مساوات ہے تاکہ یہ کہا جا سکے " کل نبی معیار للحق اور کل معیار للحق نبی " اور اسی طرح نفیًا کہا جا سکے " لاشیءٍ من الانبیاء الا ہو معیار للحق " اور " لاشیءٍ من معیار للحق الّا وہو نبی "۔ یا ان دونوں میں نسبت عموم وخصوص مطلق ہے یعنی " کل نبی معیار للحق " کہنا مسلّم ہے مگر کل معیار للحق نبی غیر لازم التسلیم ہے کیوں نہیں ہو سکتا کہ کوئی معیار حق ہو اور وہ نبی نہ ہو۔

ج ۔ اگر عصمت معاصی اور غلطیوں سے تحفظ کی ذمّہ دار ہے تو رضائے خداوندی کیوں ذمّہ دار نہ ہو گی اور خصوصًا جبکہ اس کی خبر علّام الغیوب نے دی ہو جس کے سامنے ازل اور ابد کی تمام کائنات حاضر ہیں کوئی چیز اس سے چھپ

تسلیم کرنا جزوِ ایمان ہے لیکن حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تو غیر معصوم ہیں ان سے لغزشوں اور غلط فہمیوں کا زیادہ امکان ہے بلکہ وقوع بھی ہوا ہے۔ بروقت ان کی اصلاح کا بھی قدرت کی طرف سے کوئی اہتمام نہیں تو اس کے باوجود انہیں معیارِ حق کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے اور تمام امور میں ان کی اتباع کیسے ممکن ہے! لامحالہ بہت سی باتوں میں ان کی اتباع ترک کرنی پڑے گی۔ اس ترک کے لئے ہمارے پاس معیار رسول ہی کی سنت ہو گی۔ پھر صحابہؓ کو معیارِ حق کہنے کا کیا مطلب ہے؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان پر تنقید اور عیب جوئی حرام و ناجائز ہو گی صحابہؓ کے بارے میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(۵) اور اگر یہ معیارِ حق ہیں تو جملہ صحابہؓ یا محض خلفاء راشدین؟

حضرت اقدس کی دعا و توجہ کا محتاج
محمد ادریس سرائے میر۔ ۳ رجب ۱۳۷۴ھ

نہیں سکتی۔ قال سُبحانہ وتعالیٰ لایضل ربّی ولا ینسٰی۔ سابقین اوّلین کے متعلق آیاتِ واردہ پر غور فرمائیے کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی رضاء کی تصریح فرمائی ہے۔

د۔ اگر عصمت معاصی اور غلطیوں سے تحفظ کی ذمہ دار ہو سکتی ہے تو قادرِ مطلق علام الغیوب کا یہ ارشاد قطعی اپنی کفالت کا "وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ؁" کیوں نہیں ذمہ دار ہوگا۔ کیا اس خبر میں شک کرنا درست ہو سکتا ہے۔ کیا اس میں تأمّل کفر نہیں ہے تو یہ حضرات کیوں نہ معیارِ حق ہوں گے۔

ہ۔ اگر عصمت (جس کا صریح اشارہ کسی قطعی نص میں نہیں ہے۔ اشارات و دلالت ہی سے اخذ کیا گیا ہے) قابلِ اعتماد ہے تو خبر خدا وندی دخول و خلود فی الجنۃ کی جو یقینی اور قطعی ہے کیوں نہیں قابلِ اعتماد ہے۔ کیا اس میں شک کرنا درست ہوگا اور کیا خلود فی الجنۃ کسی عاصی اور نافرمان کیلئے ہو سکتا ہے۔ سابقین اوّلین صحابہؓ کے لئے فرمایا جاتا ہے "واعد لھم جنّاتٍ تجری تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدًا ذٰلك الفوز العظیم؁" جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بشارت دخول جنّت اور خلود کی عطاء فرماتے ہیں کیا اس کی تغلیط ہو سکتی ہے۔ پھر کیا یہ حضرات معیارِ حق نہ ہوں گے۔ اور اگر

عصمت مفہوم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے موجب معیار حقانیت ہو سکتی ہے تو وہ شہادت قطعی خداوندی درباره صحابۂ کرام جس کی تصریح تورات، انجیل، قرآن میں فرمائی گئی ہو کیوں نہ معیار حقانیت قرار دی جائے قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ۔

و۔ اگر عصمت کی وجہ سے اصحاب عصمت معاصی سے محفوظ ہو سکتے ہیں تو خبر قطعی "یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ نورھم یسعٰی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا" الخ کیوں باعث تحفظ نہیں ہو سکتی۔

خلاصہ یہ کہ متعدد آیات قرآنیہ قطعیہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے عدم صدور معاصی اور ان کے تحفظ عن المعاصی کے دلائل قطعیہ ہیں۔ معیار حق ہونے کیلئے یہی اصل اصول ہے یعنی یہ علم یقینی کہ وہ شخص وقوع اور صدور معاصی سے محفوظ ہو۔ خواہ عصمت کی وجہ سے یا ثبوت رضائے خداوندی کی وجہ سے یا ثبوت خلود فی الجنۃ کی وجہ سے یا ثبوت اجتباء یا تکفل خداوندی بالمحافظت عن اسباب المعاصی وغیرہ کی وجہ سے۔ اس کیلئے عدم امکان وقوعی خواہ بالذات ہو یا بالغیر کافی ہے جو کہ صحابۂ کرامؓ کیلئے حسب آیات مذکورہ یقینی ہے۔

باقی رہا یہ شبہ کہ انبیاء علیہم السلام کی غلطیوں کا تدارک بالوحی ہو سکتا ہے غیر انبیاء کی غلطیوں کا تدارک نہیں ہو سکتا کیونکہ وحی غیر انبیاء پر نہیں آسکتی بالکل لایعنی ہے۔

(الف) جبکہ عنایت ربانی اپنی رضاء اور توجہ کی قطعی خبر دے چکی ہے

تو وہ غلطی ہونے ہی نہ دے گی ورنہ کذب خبر خداوندی لازم آئے گا۔ وہو محال۔

(ب) اور اگر غلطی بفرض محال ہوئی بھی تو اس کا تدارک کریگی جسکی وہ ذمہ داری اپنے اُوپر لے چکی ہے۔

(ج) کیوں نہ تحدیث اور الہام سے اس کا تدارک ہوسکیگا۔ قَالَ النَّبِیُّ[1] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ کَانَ فِی الْاُمَمِ قَبْلَکُمْ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ کَانَ فِیْکُمْ مُحَدَّثٌ فَعُمَرُ (اَوْ کَمَا قَالَ) وَ قَالَ[2] عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ (اَوْ کَمَا قَالَ)

(د) کیوں نہ رُویائے صالحہ سے اس کا تدارک کیا جاسکیگا۔ قَالَ[3] النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذھبت النبوّۃ وبقیت المبشّرات قالوا وما المبشّرات یارسول اللّٰہ قال الرؤیا الصالحۃ یراھا المؤمن او تری لہٗ (اَوْ کَمَا قَالَ) وَقَالَ[4] عَلَیْہِ السَّلَامُ الرّؤیا الصّالحۃ جزء من ستّۃ واربعین جزءًا من النبوّۃ (اَوْ کَمَا قَالَ)

(ہ) کیوں نہ بصیرت خواص مُومنین اس کی تدارک کرسکیگی۔ قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ قُلْ[5] ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا

---

[1] فرمایا آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے تم سے پہلی اُمتوں میں بھی محدث ہوا کرتے تھے (جن پر منشاء الٰہی منکشف ہوجایا کرتا تھا) پس اسی انداز میں اگر تم میں بھی محدث ہیں تو وہ عمرؓ ہیں۔ [2] حق عمرؓ کی زبان پر بولتا ہے۔ [3] آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ نبوّت تو ختم کردی گئی البتہ مبشّرات باقی رکھے گئے۔ لوگوں نے عرض کیا یارسُول اللہؐ! مبشّرات سے کیا مُراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا اچھے خواب جس کو مسلمان دیکھے یا اُس کو دکھایا جاوے۔

[4] اچھا خواب نبوّت کا ایک ٹکڑا ہے نبوّت کے چھیالیس[46] ٹکڑوں میں سے۔

[5] کہدے یہ میری راہ ہے بُلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر میں بھی اور جو میرے پیرو ہیں وہ بھی۔

وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ (سورۂ یوسف)

وَقَالَ[۱] النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اتقوا فراسۃ المؤمن فانّہ ینظر بنور اللّٰہ (الحدیث)

(و) جبکہ ارشاد ہے لَا[۲] تجتمع اُمتی علی الضلالۃ اور قرآن فرماتا ہے وَمَنْ یَّتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی الآیۃ تو کیا یہ ارشاد باعثِ تحفّظ نہ ہوگا اور وہ قادرِ مطلق مقلب القلوب تحفظ کر کے ایسی غلطیوں کو نیست و نابود نہ کر دیگا ؟

محترما ! صحابۂ کرامؓ کی وہ غلطیاں جن کو آپ امکان بلکہ وقوع کے درجہ میں دکھلا رہے ہیں ۔ اگر روایاتِ تاریخیہ اور احادسے ثابت ہیں تو وہ ان قطعیاتِ قرآنیہ کے سامنے کسی طرح کوئی حقیقت نہیں رکھتیں ۔ اور اگر ان کی کوئی حقیقت ہو بھی تو وہ نیت ہائے فاسدہ سے صادر ہوتی ہے یا نیت ہائے صالحہ سے ۔ کیونکہ لبسا اوقات غلط فہمی اور خطا سے کوئی عمل صادر ہوتا ہے مگر وہ ان اعمالِ قبیحہ سے بہت ہی گرا ہوا اور خفیف شمار ہوتا ہے جو کہ عمدًا اور بہ نیتِ فاسدہ وقوع میں آئے ہوں ۔ قتلِ عمد اور قتلِ خطار کی جزاؤں میں کس قدر تفاوت ہے ۔ حالانکہ دونوں میں مقتول کی جان ہلاک ہوتی ہے ۔ اگر کسی نے اپنی زوجہ سمجھکر اجنبیہ سے جماع کیا تو کیا اس وطی بالشبہ کی وہ سزا ہوگی جو جان بوجھ کر اجنبیہ سے جماع پر مقرر ہے ، حالانکہ دونوں میں جماع

---

[۱] فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مومن کی فراست سے بچو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے ۔
[۲] میری اُمت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہو سکتا ۔

متحقق ہے۔ بہرحال جو اعمال خطأً ہوئے ہوں وہ ان اعمال سے نہایت ہلکے ہیں جو کہ عمدًا کئے گئے ہوں۔ خواہ یہ خطأً فعل میں ہو یا علم یا سمجھ میں ہو۔ ثانی الذکر ہی کو معصیت کہا جاتا ہے بخلاف اوّل الذکر کے۔ ان کے لئے تو رفع کی تصریح ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی "لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا"[۱] وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُفِعَ عن اُمَّتِی الخطأ والنّسیان[۲]۔ انبیاء علیہم السّلام کی خطائیں سب اسی قسم کی ہیں اس لئے وہ باوجود عصمت صدور پذیر ہوئیں ان میں فسادِ نیت کا شائبہ بھی نہیں۔ اسی وجہ سے ائمۂ اہلِ سُنّت والجماعت مشاجرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو خطأً اجتہادی قرار دیتے ہیں۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام کے ارتکاب اکل شجرہ کو ارشاد فنسی و لم نجد لہ عزما[۳] ذنب خفیف اور غیر موجب مؤاخذہ اور داخل فی العصمۃ قرار دیتا ہے تو حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مشاجرات کو ان کے مناقب کی آیات اور احادیثِ صحیحہ کیوں نہ ہلکی اور غیر موجبِ مواخذہ اور داخل فی المحفوظیت قرار دیں گی اور کیوں نہ اُن کے دامن کو خطأً اجتہادی قرار دیکر منزّہ اور پاک سمجھا جائے گا۔

محترما! صحابۂ کرامؓ میں جو بھی کمالات اور بھلائیاں ہیں خواہ از قسمِ عِلم ہوں یا از قسمِ عمل، وہ سب جناب رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کے

---

[۱] اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھُولیں یا چوکیں [۲] میری اُمت سے خطأً اور نسیان معاف کر دیا گیا ہے۔ [۳] پھر بھُول گیا اور نہ پائی ہم نے اس میں پختگی۔

طفیل اور آپ کے اتباع ہی سے ہیں۔ بالذات کچھ نہیں ہے۔ مگر جب قرآن اور احادیثِ صحیحہ نے ان میں موجبات معیاریت حقانیت کی خبر دیدی تو آج ہم کو اُن کی معیاریت میں کلام اور تأمل کرنا یقیناً قطعیات کا انکار ہوگا جو کہ انکارِ کتابُ اللہ ہے۔

آپ کا یہ ارشاد "اور تمام اُمور میں ان کی اتباع کیسے ممکن ہے۔ لامحالہ بہت سی باتوں میں ان کی اتباع ترک کرنی پڑے گی اور اس کے تَرک کیلئے ہمارے پاس معیار رسول ؐ ہی کی سُنّت ہوگی۔ پھر صحابہؓ کو معیارِ حق کہنے کا کیا مطلب؟" میری سمجھ میں نہیں آتا۔

جناب رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّتوں میں بھی تو روایات اور احادیث متعارضہ موجود ہیں تو پھر آپ کو بھی معیارِ حق کس طرح قرار دے سکتے ہیں اور پھر آگے چلیئے۔ جناب باری سبحانہٗ وتعالیٰ کے ارشادات قرآنیہ میں بھی تو بظاہر تعارض وتخالف موجود ہے۔ پھر کتابُ اللہ اور جناب باری عزَّ اسمہٗ کو بھی معیارِ حق قرار دینا ناممکن ہوگا۔ آخر اسی کی وجہ سے تو مجتہدوں اور اسلاف کرام میں جد وجہد اور اصول فقہ وکلام اور کتبِ مبسوطہ لکھنے اور تدوین کی ضرورت پیش آئی۔

پھر حدیث اقتدوا[1] باللذین من بعدی ابی بکر وعمر۔ الحدیث۔ اور[2] علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ وغیرہ احادیثِ صحیحہ کثیرہ دربارۂ صحابۂ کرامؓ کا اتباع جناب

---

[1] ترجمہ: ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد ہیں، یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ۔

[2] " تم پر لازم ہے میرے طریقہ (سُنّت) کی اتباع اور خلفاء راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں اُن کی سنت (طریقوں) کی اتباع۔ اس کو دانتوں سے پکڑ لو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اتباع ہے جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر واجب کیا ہے۔ ان کا اتباع بحیثیت رسالت نہیں ہے بلکہ بحیثیت نقل وفہم ہی کیا جاتا ہے۔ کسی کو مطاع بالذات نہیں کہا جاتا ہے۔ مطاع مطلق تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے یہ کلام جناب والا کا سمجھ میں نہیں آتا۔ غور فرمائیے۔

(۵) آپ فرماتے ہیں" اور اگر معیارِ حق ہیں تو جملہ صحابہؓ یا محض خلفاء راشدین۔"

محترما! جن صحابہؓ کے متعلق نصوص وارد ہیں اُن کے لئے تو اس کو تسلیم کرنا ضروری ہوگا۔ آپ نے دربارہ صحابۂ کرامؓ نصوص کو دیکھ لیا۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیں۔ مگر مودودی صاحب تو سلب کلی فرماتے ہیں، کسی ایک صحابی کو مستثنےٰ نہیں کرتے بلکہ تمام انبیاؑ کو بھی سوائے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معیارِ حق، تنقید سے بالاتر، اور اُن کی ذہنی غلامی جائز نہیں قرار دیتے تو پھر یہ عقیدۂ مودودیان کس طرح جائز اور صحیح ہے اور کس طرح یہ تعلیم ایمان کی تعلیم قرار دیجا سکتی ہے۔ غور فرمائیے اور ان کے ایمان کو ثابت کیجئے، جو ہم کو نسلی مسلمان اور اپنے آپ کو اصلی مسلمان کہتے ہیں۔ وَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی۔ (مکتوب ۱۲ جلد سوم ص۲۷ تا ص۳۸)

ننگِ اسلاف

حسین احمد غفرلہ

۷

{بنام جناب مولانا عبد الماجد صاحب دریا بادی}

محترم المقام زید مجدکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

والا نامہ مورخہ ۶؍ مئی باعثِ سرفرازی ہوا ۔ گرمی کی شدت اور مشاغلِ رمضان کی گراں باری کی وجہ سے باوجود ضرورت اور روزانہ جدوجہد کے ارسالِ عریضہ میں تاخیر ہوگئی ۔ بحمداللہ خیروعافیت سے ہوں ۔ جناب کا جو بیان چھپا ہے اُس کی ایک کاپی حاصل کر کے ارسالِ خدمت کر رہا ہوں تاکہ غور فرمائیں ۔

مندرجہ ذیل امور قابلِ غور ہیں :۔

(۱) یہ بنیادی عقیدہ دستور اس جماعت کا بنایا گیا ہے جس کو مودودی صاحب نے انشاء کیا ہے اور اس کو اصلی مسلمان اور دوسرے کو نسلی مسلمان کے لقب سے بار بار یاد فرماتے ہیں ۔

(۲) اس عقیدہ کی بناء پر اجتہاد ہر عربی جاننے والے گریجویٹ اور پروفیسر وغیرہ پر اس طرح ضروری ہو جاتا ہے جیسے کہ ہوا اور پانی ہر انسان کے لئے ضروری ہیں چنانچہ ان کی تصانیف تصریح کر رہی ہیں ۔

(۳) اس عقیدہ والے کو تقلید کسی امامِ مذہب اور امامِ طریقت اور کسی تابعی اور کسی صحابی کی کرنی درست نہیں ہے ۔

(۴) ان لوگوں کی تصریح ہے کہ بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام انسان خواہ صحابہؓ ہوں یا تابعین، خلفاء راشدین ہوں یا غیر خلفاء ، ائمہ جرح و

تعدیل ہوں یا ائمہ حدیث وفقہ ہوں، سب میں انسانی کمزوریاں ہیں، کوئی معصوم نہیں ہے۔ اس لئے کسی کو امام اور مقلّد بنانا درست نہیں ہے۔ سب میں خطا اور غلطی کا احتمال ہے۔ اس لئے بجز ذاتِ نبوت علیہ السلام کوئی بھی نہ معیارِ حق ہے اور نہ کسی پر اعتمادِ کلّی ہے۔

(۵) یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں جاہلیت، حضرت مسطحؓ کے نفقہ کو بند کرنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جاہلیت وفاتِ نبویؐ پر تلوار نکال کر لوگوں کو قولِ وفات سے روکنا وغیرہ ذکر کرتے ہیں، اور اسی طرح حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی متعدد جاہلیتوں کو ذکر کرتے ہیں۔ نیز دیگر صحابۂ کرامؓ کے متعلق ایسے ایسے واقعات ذکر کرتے ہیں کہ ایک عامی مسلمان ان کو سُننا گوارا نہیں کرسکتا اور ان امور کو ابن عبدالبر اور ابنِ تیمیہ وغیرہ مصنفین کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ اس قسم کے متعدد امور ہیں جن کو اسی عقیدہ کی بناء پر فروغ دیا گیا ہے اور مودودی تصانیف جگہ جگہ پر ایسی باتوں سے بھری ہوئی ہیں۔

چونکہ ایسی ایسی ہفوات کی بناء پر تمام قلعہ روایات کی تصحیح اور تقویت کا منہدم ہوجاتا ہے، اس لئے ذوق مجتہد (مودودی) کو ہی معیارِ حق قرار دیتے ہیں۔ یہ غیر متناہی مجتہدوں اور بالخصوص ان کے امام مودودی صاحب جن روایات کو اپنے ذوق سے صحیح قرار دیں وہ ہی صحیح ہیں اور جن کو مجروح قرار دیں وہ مجروح ہیں۔ ہر پروفیسر اور ہر مجتہد اس کا مجاز ہے۔ کتب صحاح بالکل لغو ہیں۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ تمام اہلِ سُنّت والجماعت محدثین، فقہاء، علماء کرام وغیرہ متفق ہیں کہ تمام صحابۂ کرامؓ عادل ہیں ان کی توثیق اور عدالت کی بحث کی ضرورت

ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ قرآن مجید میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں اس قدر ان کی توثیق اور تعدیل کر دی ہے کہ اس سے زائد ممکن نہیں۔ البتہ خوارج، روافض وغیرہ فرق مبتدعہ عدالتِ صحابہؓ کے قائل نہیں ہیں۔ اب سوال ہوتا ہے کہ اگر صحابۂ کرامؓ میں انسانی کمزوریاں اسی طرح غالب ہیں تو کتاب (قرآن مجید) اور حدیث (سنّت) پر اعتماد کیسے ہو سکتا ہے۔ ہر ملحد و زندیق کو گفتگو کرنے اور دین اسلام سے برگشتہ کرنے کا موقع ہاتھ آتا ہے۔

بہرحال یہ عقیدہ جس کے متعلق آپ نے بلا غور و فکر فرمایا کہ "آپ نے بنیادی عقیدہ کی جو عبارت نقل کی وہ تو عین حق و صواب ہے اور ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا ہی چاہیئے" الخ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ تو مودودی صاحب کے اقوال اور عقائد سے بہت زیادہ واقف ہیں کیا ان الفاظ میں تلبیس شدید اور انتہائی تخریب پنہاں نہیں کی گئی ہے۔

(الف) رسولِ خدا (علیہ السّلام) کے سوا جتنے انبیاء علیہم السلام ہیں کیا وہ معیارِ حق نہیں ہیں؟

(ب) کیا ان پر آج بھی ایمان لانا اور اخلاقِ کاملہ و اعمالِ نبوّت سے متصف قرار دینا فرض نہیں ہے؟

(ج) کیا ان کی شان منصبِ نبوّت کے خلاف کسی قسم کی گستاخی کرنا آج جائز ہے؟

(د) کیا معیاریتِ حق لوازمِ نبوّت میں سے نہیں ہے؟ اس کا انکار ان کی نبوّت کے انکار کو مستلزم نہ ہوگا؟

(ہ) جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معیارِ حق قرار دینا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام سے اس وصف کو نفی کرنا جیساکہ صریح مدلول اِس دفعہ کا ہے۔ کیا یہ تفریق بین الرسل اور حرام نہیں۔

(و) کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق لجمیع الانبیاء ہونا اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ جن انبیاء علیہم السلام کی تفصیل قرآن اور حدیث میں آئی ہے اس کا انکار کر دیا جائے ؟

(ز) کیا اصول فقہ کا مسلّم مسئلہ نہیں ہے کہ شریعت من قبلنا شریعت لنا اذا لم یکن منسوخًا و ذکر فی کتبنا۔

(ی) کیا قرآن مجید کی آیت " اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (سورۂ انعام) ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا (سورۂ نحل) قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ الآیۃ (سورۂ بقرہ) وغیرہ آیاتِ متعددہ میں آج بھی ان انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور یقین رکھنے اور اُن کو معیارِ حق ماننے کا حکم قطعی نہیں ہے۔

امورِ مذکورہ بالا کے ہوتے ہوئے آپ کا جواب سمجھ میں نہیں آتا۔ غور فرمایئے یہ ارشاد اس جگہ میں فرمانا " انبیاء سابقین کی تصدیق اور اُن پر ایمان تو ایک کھلا ہوا مسلّمہ ہے۔ یقین نہیں آتا کہ مودودی صاحب یا ان کے اتباع میں سے کسی نے اس سے انکار کیا ہو"۔ ان کی صریح عبارت کا انکار ہے۔ مودودی صاحب دستور اپنی جماعت کا لکھ رہے ہیں۔ عرصہ دراز سے یہ دستور شائع اور معمول بہ ہو رہا ہے اور الفاظ اتنی وضاحت کے ساتھ سلب کلی کے طور پر ہر انسان سے معیاریتِ

حق اور تنقید سے بالاتری اور ذہنی غلامی کے ابتلا کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ پھر آپ کی یہ توجیہ کس طرح قابلِ تسلیم ہو سکتی ہے۔ اس عموم اور استغراق اور سلب کلی اور اطلاق کو کہاں لیجائیں گے۔ بحث الفاظ پر ہے احتمالات غیر مفہومہ عن العبارۃ پر نہیں ہے اور اگر آپ مودودی صاحبؒ کی تصانیف اور اُن کے خواص کی تالیفات کا استقصاء فرمائیں گے تو نہ صرف عام انبیاءؑ و رسلؑ بلکہ اولوا العزم رسولوں کی بھی ان کے بے پناہ قلم سے پناہ اور ان کی تنقید سے نجات نہ پائیں گے۔

بہرحال الفاظ صاف ہیں۔ آپ کا فریضہ یہ تھا کہ خطا کو ظاہر فرما کر لوگوں کو غلط روی اور گمراہی سے بچاتے کسی شخص کی تکفیر اور تضلیل مطمح نظر نہیں ہے بلکہ اس بنیادی غلطی اور فاسد عقیدہ سے لوگوں کو بچانا ہے۔ غور فرمائیے۔

لفظ معیارِ حق کی جو تاویل جناب نے فرمائی اور وہ بھی بلفظ غالباً وہ بھی محل تامل ہے۔ اگر بالفرض ایسا ہی تھا جیسا کہ والانامہ میں (۲) پر کہا گیا ہے "معیارِ حق سے اس جماعت کا اشارہ غالباً وحی کی جانب ہے۔ یعنی اصلاً معیارِ حق وحیِ الٰہی ہی ہے"۔ تو اولاً عرض یہ ہے کہ اگر اس قسم کا احتمال اعتبار کرنے پر اس کی تصویب کی گئی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ شائع شدہ عبارت یعنی" اپنے بنیادی عقیدہ کی جو عبارت نقل کی وہ تو عین حق و صواب ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیئے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ اس کے بعض توضیحی فقرے بڑھا دیئے جائیں"۔ کس طرح صحیح ہو سکتی ہے جبکہ یہ مسئلہ یقینی اور اتنا ضروری کیسے رہ گیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ وہ تو عین حق و صواب ہے اور مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا ہی چاہیئے۔

محترما! لفظ معیارِ حق ایک لغوی لفظ ہے کسی فن کا اصطلاحی لفظ نہیں ہے۔ لغت عربی میں معیار ہر اُس شئے پر بولا جاتا ہے جس سے کسی چیز کی مقدار پہچانی جائے خواہ ناپ وکیل ہو یا وزن وغیرہ۔ اس لئے ہر وہ شخص جس کے فعل، قول، عقیدہ، حال پر پورا اعتماد اسی طرح ہو جائے کہ اس میں قصدًا غلطی اور نافرمانی کی گنجائش نہ ہو وہ معیارِ حق ہوگا اور اس کے ذریعہ سے حق پہچانا جائیگا خواہ اس پر وحیِ الٰہی آتی ہو یا نہیں۔

(الف) اگر رسول یا نبی نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ قطعی اور قدیم میں اس شخص کے متعلق خبر دیتا ہے کہ ہم اس سے راضی ہیں، تو یقینی بات ہے کہ اس سے قصدًا کوئی گناہ سرزد نہیں ہوگا ورنہ اس علمِ قدیم میں جو کہ "لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ" کا مصداق ہے خلل لازم آئے گا۔ یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ قصدًا گناہ کرنیوالے سے بھی راضی ہو سکتا ہے حالانکہ حق وہ ہی امر ہے جس سے اللہ تعالےٰ راضی ہوں۔ قرآن مجید میں ہے "ولا یرضی لعبادہ الکفر" اس لئے کسی ایسے شخص کے معیارِ حق ہونے پر تامل کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے کلام اللہ میں اپنے راضی ہونے کی خبر دی ہو۔ جیسے سابقین اولین مہاجرین اور انصار اور تابعین بالاحسان کے لئے سُورۂ توبہ میں اور اصحابِ حدیبیہ کے لئے سُورۂ فتح میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

(ب) علیٰ ھٰذا القیاس اگر قرآن مجید میں کسی کے متعلق ہمیشہ جنّتی رہنے کی یعنی تابید کی خبر دی گئی ہے تو اس کے متعلق بھی کوئی بالقصد غلط کاری اور معصیت کے ابتلا کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یقینًا اس کے اعمال اور اقوال حق ہی

ہوں گے۔ اس میں کوئی شائبہ باطِل کا نہیں پایا جاسکتا ورنہ یا اخبار قطعیہ قرآنیہ پر حرف آئے گا یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ اشخاص جن میں معصیت کا تحقّق ہے وہ مُؤبّد فی الجنّۃ ہوں۔ یا یہ خبر تابید جنّت کی سابقین اوّلین مہاجرین اور انصار اور تابعین بالاحسان کے لئے سُورۂ توبہ میں وارد ہے۔

(ج) علیٰ ھٰذا القیاس اگر قرآن مجید میں کسی کے متعلق تحفظ عن المعاصی والمکروہات کا اعلان کردیا گیا ہے وہ یقیناً معیارِ حق ہوگا۔ اس کی تمام حرکات و سکنات نظرِ خداوندی کی حفاظت میں ہوں گی۔ اس سے کوئی گناہ قصداً صادر نہ ہوگا۔ جیسا کہ سُورۂ حجرات میں صحابۂ کرامؓ کے متعلق اعلان کیا گیا ہے۔ مذکورہ ذیل الفاظ پر غور فرمائیے۔

ولٰکن اللہ حبّب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم
وکرّہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولٓئک
ھم الرّاشدون۔ الآیۃ۔

کیا اس کفالتِ قویّہ کے بعد بھی کسی نافرمانی کا احتمال ہوسکتا ہے؟

اسی طرح سُورۂ تحریم کی آیت "یوم لا یخزی اللہ النّبیّ والّذین اٰمنو معہٗ" الآیۃ۔ سُورۂ فتح کی آیت "محمّد رّسول اللہ والّذین معہ اشدّاء علی الکفّار رحماء بینھم الآیۃ۔ سُورۂ حشر کی آیت۔ سُورۂ اعراف کی آیت اور متعدد کئی آیتیں قطعی طور پر صحابہ رضوان اللہ علیہم کے متعلق انتہائی تزکیہ اور تعدیل پر زوردار روشنی ڈال رہی ہیں تو کیا یہ صحابۂ کرامؓ معیارِ حق نہ ہونگے؟ اور ان کے اعمال واقوال سے حق پہچانا نہ جاسکیگا؟ حالانکہ حدیث شریف میں ہے

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الرّاشدین (الحدیث)۔ اقتدوا باللّذین من بعدی ابی بکرؓ وعمرؓ (الحدیث) احادیثِ صحیحہ اس بارے میں بہت زیادہ ہیں۔ طول کے خوف سے مذکورہ بالا مختصر عرض پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس لئے میں نہیں سمجھ سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی اس تصریح کے بعد اگر ہم اس عقیدۂ مودودیہ ۶ پر نظر ڈال کر فیصلہ کرتے ہیں تو کیا مخالفتِ قرآن حکیم لازم نہیں آتی اور کیا ایسی خبر خداوندی کے بعد بھی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ رضی اللہ عنہم اور دوسرے محترم صحابہؓ کو جانچنے کی ضرورت باقی رہتی ہے؟ اور کیا مودودی صاحب کا سلب کلّی کہ کوئی انسان رسُولِ خدا کے سوا نہ معیارِ حق بن سکتا ہے نہ تنقید سے بالا تر ہوسکتا ہے، نہ اس کی ذہنی غلامی جائز ہوسکتی ہے بالکل غلط اور باطل نہیں ہوتا۔ پھر آپ کے یہ کلمات شائع شدہ کس طرح قابلِ تسلیم ہوسکتے ہیں؟

محترما! گفتگو اس میں ہے کہ ان نصوص کے وارد ہونے کے بعد جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سِوا کوئی معیارِ حق ہے یا نہیں؟ اس کی تقلید آنکھ بند کر کے کرنے پر انسان متبع حق رہیگا یا نہیں؟ مودودی صاحب کلّیۃً نفی فرماتے ہیں۔ صحابۂ کرامؓ تک کو بلکہ خیرالامّۃ حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ کو بھی یہ حق معیاریت اور تنقید سے بالاتری اور ذہنی غلامی کا نہیں دیتے۔ مگر آپ کا شائع شدہ مضمون نہ صرف اس کی تائید کرتا ہے بلکہ اس کو عین حق اور صواب اور ہر مسلمان کا وہی عقیدہ ہونا لازم کر رہا ہے۔

آنجناب کے اس والانامہ کے مضمون کو جبکہ میں شائع شدہ عبارت کے

سامنے رکھتا ہوں تو توافق تو درکنار مخالفت پاتا ہوں۔ مہربانی فرما کر واقعیت سے خبر دیجئے اور مودودیوں کی شائع کردہ تحریر کی تردید فرمایئے۔ احتمالات اور حُسنِ ظن کے امکانات سے قطعی فیصلہ کسی عقیدۂ دینیہ اور دستور میں کرنا انتہائی غلطی کے مُرادف ہے۔ اس سے خلقت کی گمراہی کا وبال اُٹھانا لازم آئے گا۔

یہ تو نہایت مختصر عرض پیش کرسکا ہوں، اگر کوئی موقعہ ملا تو تفصیلی باتیں عرض کروں گا۔ میری اس عرض پر جبیں بجبیں نہ ہوں۔ ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اگر ممکن ہو تو جلد جواب باصواب سے مشرف فرمائیں۔

(مکتوب ۲۰ جلد سوم ص ۳۹ تا ص ۴۷) ننگِ اسلاف

حسین احمد غفرلہٗ

۲۱؍رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ

{ایک سائل کے نام}

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تمام اہلِ سُنّت والجماعت مسلمان ہمیشہ سے اس امر پر متفق ہیں کہ جو شخص کلمۂ طیبہ (اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ) صدق دل سے کہے اس کا ایمان اجمالی متحقق ہو جاتا ہے اور جو شخص جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بتلائی ہوئی تمام یقینی باتوں (وحدانیت، رسالت، ملائکہ کتابہائے خداوندیہ، قیامت، تقدیر، ختم نبوت وغیرہ قطعیات) کو دل سے مان لے

اور اقرار کرلے اس کا تفصیلی ایمان متحقق ہو جاتا ہے اور وہ مسلمان اور ملتِ اسلامیہ کا فرد بن جاتا ہے۔ اعمال میں کوتاہی سے یہ ایمان و اسلام زائل نہیں ہوتا۔ اعمالِ ضروریہ کی کوتاہی سے صرف فسق آتا ہے کفر نہیں آتا۔ ہاں اگر ان امورِ ایمانیہ کا انکار و جحود پایا جائے تب بیشک استحقاقِ کفر ہوتا ہے۔ اعمال خواہ کسی درجہ کے ہوں ان کا ترک کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔ البتہ گمراہ فرقے خوارج معتزلہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ اعمالِ مرضیہ کے ترک کرنے سے یا کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونے سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے۔ آج ہندوستان بھر میں مودودی صاحب اور ان کی جماعت بھی یہی عقیدہ رکھتی ہے اور اسی کی تعلیم اور تلقین کرتی ہے۔

چنانچہ مودودی صاحب اپنے رسالہ "حقیقتِ حج" میں زیرِ عنوان "حج کی تاریخ مابعد" میں فرماتے ہیں۔

(نیز ان چھوٹے رسالوں کے علاوہ خطبات میں بھی یہ عبارتیں موجود ہیں اور انہیں سے یہ مضامین اور عبارتیں چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں شائع کئے گئے ہیں)

"______یہ ہے وہ مسلمان جن کو عمر بھر کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض اُن کے ذمّہ ہے۔ دُنیا بھر کے سفر کرتے پھرتے ہیں کچھ یورپ کو آتے جاتے حجاز کے ساحل سے بھی گزر جاتے ہیں جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور پھر بھی حج کا ارادہ تک اُن کے دل میں نہیں گزرتا تو وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں۔

جھوٹ کہتے ہیں اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور قرآن سے جاہل ہے جو اُن کو مسلمان سمجھتا ہے۔" (خطبات صفحہ ۱۸۶)

نیز رسالہ "حقیقت زکوٰۃ" میں زیرِ عنوان "زکوٰۃ کی اہمیت" فرماتے ہیں :۔

"اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے بغیر نماز روزہ اور ایمان کی شہادت سب بیکار ہیں، کسی چیز کا بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔" (خطبات صفحہ ۱۲۷ شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی گوشہ محل حیدرآباد دکن)

پھر لکھتے ہیں :۔

"ان دو ارکانِ اسلام (نماز روزہ) سے جو لوگ روگردانی کریں اُن کا دعویٰ ایمان ہی جھوٹا ہے۔" (خطبات صفحہ ۱۳۰ زکوٰۃ)

پھر فرماتے ہیں :۔

"قرآن کی رُو سے کلمۂ طیبہ کا اقرار ہی بے معنیٰ ہے اگر آدمی اس کے ثبوت میں نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہ ہو۔" (خطبات صفحہ ۱۳۲)

مذکورہ بالا تصریحات پر غور فرمائیے۔ پاکستان اور ہندوستان کے وہ تمام سربرآوردہ مسلمان لیڈر جو کہ برسرِ اقتدار ہیں اور دُور دُور کے ممالک یورپ اور امریکہ وغیرہ کا سفر کرتے رہتے ہیں یا زمانۂ سابق میں ان دور دراز ممالک بالخصوص انگلستان کے سفر کر چکے ہیں اور نعمتِ حج و زیارت مدینۂ منورہ سے فائز نہیں ہوئے۔ سر سید اور جسٹس محمود سے لے کر اس زمانہ کے جملہ اشخاص جن

میں علامہ سر اقبال، قائدِ اعظم، نواب زادہ لیاقت علی خاں، سر ناظم الدین وغیرہ وغیرہ بے شمار لیڈرانِ قوم آتے ہیں۔ سب کے سب کو بیک قلم قطعی اور یقینی طور پر اسلام اور ایمان سے خارج کر دیا گیا اور فتویٰ صادر کر دیا گیا کہ ان کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا جھوٹ ہے۔ جو شخص بھی ان کو مسلمان کہے وہ قرآن سے جاہل ہے۔
اسی طرح وہ تمام اسلامیت کے دعویدار جو زکوٰۃ نہیں دیتے یا نماز نہیں پڑھتے یا روزہ نہیں رکھتے اُن کا دعویٰ ایمان جھوٹا ہے اور ان کا کلمۂ طیبہ پڑھنا بے معنیٰ اور ان کے ایمان کی شہادت غیر معتبر اور بے کار ہے۔ اور چونکہ ایمان اور کفر میں کوئی واسطہ نہیں، ایک کے زوال سے دوسرے کا آجانا یقینی ہے اس لئے جب ان لوگوں کو ایمان اور اسلام سے قطعی طور پر نکال دیا گیا تو قطعی طور پر کفر میں بھی داخل کر دیا گیا۔ اس طرح کی عمومی تکفیر صرف مودودی صاحب اور ان کی جماعت یا خوارج کے سوا کلمہ گویان اُمتِ محمدیہ کی کس نے کی اور کب کی گئی؟ بے شک ایسے لوگ فرائض کے تارک گنہگار مستحقِ عقاب ہیں۔ ان کو جلد سے جلد توبہ کرنا اور اپنی بداعمالیوں کو ترک کر دینا ضروری ہے (اگر زندہ ہوں) اور خداوندی عذاب کے مستحق ہیں (اگر بلا توبہ مر گئے ہوں) مگر وہ دائرۂ ایمان اور اسلام سے خارج نظرِ شرع میں نہیں کئے جا سکتے۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ اور ایمان ان کو ضرور بالضرور نفع پہنچائے گا اگرچہ بداعمالیوں کی سزا کے بعد ہی ہو (اگر شفاعت یا دیگر وجوہ رحمت سے مستفید نہ ہوسکے) مگر ایسے لوگ خلود فی النار سے محفوظ رہیں گے۔ ذرہ برابر بھی ایمان کا درجہ ان کے لئے خلود فی النار سے محافظ اور جنت کے دخول کا ذریعہ ہوگا۔ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کا یہ عقیدہ اُمتِ محمدیہ پر انتہائی ظلم اور خوارج کی طرح غلو فی الدین ہے۔

اعمال کو جزوِ ایمان قرار دینا اس مقام پر جب یہ کہا گیا کہ اعمالِ اسلامیہ کو جزوِ ایمان بجز فرقہ ہائے ضالّہ خوارج اور معتزلہ وغیرہ کسی نے قرار نہیں دیا اور نہ یہ کہا کہ ان کے ترک سے ایمان سے خارج ہو جائے گا۔ جیسا کہ مودودی صاحب اور ان کے متبعین ارشاد فرماتے ہیں ۔ یہ ان کا مسلک اہلِ سُنّت والجماعت کے مسلک کے بالکل خلاف اور احادیثِ صحیحہ اور آیاتِ صریحہ کے بالکل منافی ہے تو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اعمال کے جزوِ ایمان ہونے کے قائل تو تمام سلف محدثین اور شافعیہ اور اہلِ ظاہر وغیرہ ہیں جو کہ اہلِ سُنّت میں سے ہی ہیں ۔ مگر یہ جواب بالکل غلط ہے اور دھوکا ہے ۔ شافعیہ اور محدثین اعمال کو ایمان کا جزو مقوم نہیں کہتے کہ اس کے عدم سے انعدامِ ایمان اسی طرح ہو جائے جس طرح جزو کے انعدام سے کُل کا انعدام ہو جاتا ہے ۔ بلکہ جزو متمم اور مکمّل کہتے ہیں اور ان کے انعدام سے کمالِ ایمانی معدوم ہو جاتا ہے ، نفسِ ایمان معدوم نہیں ہوتا جیسے کہ اجسامِ انسانیہ کے دو قسم کے اجزاء ہیں ، بعض مکملہ ہیں جیسے کہ انگلیاں ، ناک ، کان ، آنکھ ، ہاتھ ، پیر ۔ اور بعض مقومہ ہیں ، جیسے دل ، دماغ ، جگر وغیرہ اعضائے رئیسہ ۔ پہلے قسم کے اعضاء کے کٹ جانے سے انسان مرتا نہیں ہے البتہ اُس کے جسمانی کمال میں نقصان ہو جاتا ہے ۔ بخلاف دوسری قسم کے اجزاء کے کہ اگر وہ باقی نہ رہیں تو انسان فنا ہو جاتا ہے اس لئے تارکِ اعمال کی تکفیر نہیں کی جا سکتی خواہ وہ اعمال کتنی ہی عظیم الشّان اہمیت رکھتے ہوں ۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں :-

"المعاصی من امر الجاهلیّة ولا یکفر صاحبها بارتکابها الّا بالشرك" الخ (معاصی رسوم جاہلیت میں

سے ہیں (لیکن) عصاۃ کو جب تک کہ ان کی معصیت حد شرک میں نہ داخل ہو کافر نہ کہا جائے گا)

امام نووی شافعیؒ شرح مسلم ص۲۵ میں فرماتے ہیں :-

ثم ان اسم الایمان یتناول ما فسر بہ الاسلام فی ھذا الحدیث وسائر الطاعات لکونھا ثمرات للتصدیق الباطن الذی ھو اصل الایمان و مقویات و متممات وحافظات لہ ولھذا افسر صلی اللہ علیہ وسلم الایمان فی حدیث عبد القیس بالشھادتین والصلوٰۃ و الزکوٰۃ وصوم رمضان واعطاء الخمس ولھذا لایقع اسم المؤمن المطلق علی من ارتکب کبیرۃ او ترک فریضۃ لان اسم شئ مطلقا یقع علی الکامل منہ ولا یستعمل فی الناقص ظاھراً الا بقید۔	لفظ ایمان میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو اس حدیث میں بسلسلہ تفسیر اسلام بیان کی گئی ہیں اور تمام طاعات بھی شامل ہیں کیونکہ یہ اس تصدیق کے ثمرات اور مقوی اور متمم ہیں جو کہ اصل ایمان ہے۔ اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد القیس والی حدیث میں ایمان کی تفسیر شہادتین، صلوٰۃ زکوٰۃ، صوم رمضان اور ادائے خمس کے ساتھ کی ہے۔ اور اسی لئے مؤمن مطلق کا لفظ اس شخص پر نہیں بولا جاتا ہے جو کہ مرتکب کبیرہ ہو یا تارکِ فرض ہو، کیونکہ مطلق کا اطلاق کامل ہی پر ہوتا ہے اور ناقص میں استعمال قرینہ یا قید کے بغیر نہیں ہوتا۔

اور صفحہ ۲۶ میں فرماتے ہیں :۔

و اعلم ان مذهب اهل الحق انه لا يكفر احد من اهل القبلة بذنب ولا يكفر اهل الاهواء والبدع وان من جحد ما يعلم من دين الاسلام ضرورة حكم بردته وكفره الخ

جاننا چاہیئے کہ اہلِ حق کا مذہب یہ ہے کہ اہلِ قبلہ میں کسی کو کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر نہ کہا جاوے۔ نہ اہلِ اہواء اور اہلِ بدعت کو کافر کہا جاوے لیکن ضروریات اور قطعیاتِ اسلامیہ کے منکر خارج از اسلام ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری ج ۱ ص ۴۴ میں فرماتے ہیں :۔

فالسلف قالوا هو (الايمان) اعتقاد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالاركان وارادوا أن الاعمال شرط في كماله ومن هٰهنا القول بالزيادة والنقص كما سيأتي و المرجئة قالوا هو اعتقاد ونطق فقط والمعتزلة قالوا هو العمل والنطق والاعتقاد والفارق بينهم وبين السلف انهم جعلوا الاعمال شرطاً في صحته والسلف جعلوها شرطاً في كماله :

سلف صالحین کا مسلک یہ ہے کہ ایمان کہتے ہیں دل سے شہادتین کا اعتقاد کرنا اور اعضاء سے مقتضائے شہادت پر عمل کرنا۔ زبان سے کلمۂ شہادت ادا کرنا۔ سلف نے عمل کرنے کو کمالِ ایمان کے لئے شرط قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے سلف قائل ہو گئے کہ ایمان میں زیادتی اور کمی واقع ہو سکتی ہے (یعنی اعمال کی کمی اور زیادتی کے اعتبار سے) اور فرقہ مرجیئہ کا مسلک یہ ہے کہ ایمان اعتقاد، شہادت اور زبان سے ادائے شہادت کا نام ہے (یعنی عمل سے ایمان کا کوئی تعلق نہیں) اور فرقہ

کرامیہ کا مسلک یہ ہے کہ ایمان صرف زبان سے ادائے شہادت کا نام ہے۔ اور فرقۂ معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ ایمان عمل، نطق شہادت اور اعتقاد کا مجموعہ ہے۔ معتزلہ اور سلف صالحین کے مسلک میں فرق یہ ہے کہ معتزلہ عمل کو ایمان کے صحیح ہونے کے لئے شرط قرار دیتے ہیں اور سلف صالحین عمل کو صحتِ ایمان کے لئے شرط قرار نہیں دیتے بلکہ کمالِ ایمان کے لئے شرط کہتے ہیں۔

کلام سابق سے معلوم ہوا کہ علمائے کلام (اشاعرہ وماتریدیہ) اور شافعیہ اور محدثین اور سلف میں نزاع لفظی ہے۔ علمائے کلام نفس ایمان میں اعمال کی جزئیت کے نافی ہیں، کمالِ ایمان میں جزئیت کے نافی نہیں۔ اور سلف اور شافعیہ اور محدثین کمالِ ایمانی میں جزئیت کے قائل ہیں نفسِ ایمان میں نہیں. اس لئے مرتکبِ کبیرہ اور تارک اعمال مفروضہ کسی کے نزدیک کافر نہیں ہوگا اور نہ نفسِ ایمان سے محروم ہوگا، البتہ کمالِ ایمانی سے سب کے نزدیک محروم رہے گا۔ اس لئے مودودی صاحب کا ارشاد بالکل اہل سنّت والجماعت کے خلاف اور خوارج اور معتزلہ ہی کا مذہب ہے جس کو مودودی جماعت اختیار کئے ہوئے ہے اور مسلمانوں کو اسی طرف بلاتی ہے اور اسی میں داخل کرتی ہوئی ان کو خارجی اور معتزلی بنا کر گمراہ کرتی ہے۔ اس پر مودودی صاحب کے یہاں آج ہندوستان اور پاکستان بلکہ تمام دنیائے اسلام کے اکثر و بے نہایت مسلمان دائرۂ اسلام سے قطعاً خارج ہوجاتے ہیں کیونکہ آج ملّتِ محمدیہ میں بڑی اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے جو تمام یا اکثر یا بعض فرائض کے تارک ہیں۔ ان کا کلمۂ طیبہ پڑھنا اور اقرار و یقین باللہ و بالرسول لغو اور غیر قابلِ اعتبار ہوجاتا ہے۔

جو حضرات مودودیت کی دعوت دینے کے لئے پروپیگنڈہ کرتے پھرتے اور

بہت سے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام اور جال میں پھنسا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مودودی صاحب کی تحریروں اور لٹریچروں سے بے شمار انگریزی خواں جو کالجوں کی تعلیم سے بالکل ملحد اور بے دین ہو گئے تھے دین دار ہو گئے ہیں۔ یہ عظیم الشان کارنامہ مودودی صاحب کا ہے جس کی بنا پر سب کو ان ہی کے حلقۂ ارادت کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور جو حضرات اس دام تزویر میں گرفتار ہیں وہ غور فرمائیں کہ مودودی صاحب کے لٹریچروں سے دائرۂ ایمان و دین میں داخل ہونے والے زیادہ ہیں یا ان لٹریچروں کی وجہ سے نکل جانے والے زیادہ ہیں۔ اور غضب تو یہ ہے کہ جو لوگ ان گنہگار مسلمانوں کو دائرۂ اسلام و ایمان سے خارج نہیں کرتے اُن کو کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ قرآن سے جاہل ہیں، حالانکہ قرآن کی متعدد آیتیں اور بے شمار احادیث ان لوگوں کے ایمان اور اسلام کی شہادت دیتی ہیں اور ان کو مغفرت اور نجات کی امید دلاتی ہیں۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: فمن یکفر بالطاغوت و یؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا۔ الآیۃ
پس جو شخص شیطان سے بداعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو (یعنی اسلام قبول کرے) تو اُس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں۔

(۲) وقال سبحانہٗ و تعالیٰ: ومن یسلم وجھہ الی اللہ وھو محسن فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ والی اللہ عاقبۃ الامور ومن کفر فلا یحزنک کفرہ
اور جو شخص اپنا رُخ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو اُس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا اور اخیر سب کاموں کا اللہ ہی کی طرف پہنچے گا۔ اور جو شخص کفر کرے سو آپ کے لئے باعثِ غم نہ ہونا چاہیے۔

الینا مرجعھم فننبّئھم بما عملوا انّ اللہ علیمٌ بذاتِ الصّدور (لقمان)	ان سب کو ہمارے پاس لوٹنا ہے۔ سو ہم ان کو جتلا دیں گے جو کچھ کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں۔
(۳) وقال تعالیٰ: ومن یّرغب عن مّلّۃ ابراھیم الّا من سفہ نفسہ ولقد اصطفیناہ فی الدنیا وانّہ فی الاٰخرۃ لمن الصّالحین۔ اذ قال لہ ربّہ اسلم قال اسلمت لربّ العٰلمین (بقرۃ)	اور ملّتِ ابراہیمی سے تو وہی شخص رُوگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو اور ہم نے ان کو دنیا میں منتخب کیا اور آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں جبکہ ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ تم اطاعت اختیار کرو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی ربّ العالمین کی۔
(۴) وقال تعالیٰ: قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃٍ سواءٍ بیننا وبینکم الّا نعبد الّا اللہ ولا نشرک بہ شیئًا وّلا یتّخذ بعضنا بعضًا اربابًا مّن دون اللہِ فان تولّوا فقولوا اشھدوا بانّا مسلمون (آل عمران)	آپ فرما دیجئے کہ اے اہلِ کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم اور کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے حق تعالیٰ کو چھوڑ کر۔ پھر اگر وہ اعراض کریں تو کہدو کہ گواہ رہو، ہم تو ماننے والوں میں ہیں۔
(۵) وقال اللہ تعالیٰ: انّ اللہ	بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے

لا یغفر ان یشرك به و یغفر ما دون ذالك لمن یشآء (انعام)

کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جس کیلئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے۔

(۶) وقال تعالیٰ: قل یاعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم لا تقنطوا من رّحمۃ اللّٰہ انّ اللّٰہ یغفر الذّنوب جمیعًا (الزمر)

آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اُوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بالیقین اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔

(۷) وقال سبحانہ وتعالیٰ: وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما۔

اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کر دو۔

(۸) وقال تعالیٰ: الّذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم اولٰئك لہم الامن وھم مھتدون (انعام)

جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے اُنہیں کے لئے امن ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں۔

وفسر النّبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم "الظلم" بالشّرك۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ ظلم کی جو اس آیت کریمہ میں ہے شرک کے ساتھ تفسیر بیان فرمائی

(۹) وقال النّبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ما من عبد قال لا الٰہ الا اللّٰہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اللہ کا بندہ کلمۂ توحید کا قائل ہو پھر اسی عقیدہ

الا اللہ ثم مات علیٰ ذالک الا دخل الجنۃ، قلت وان زنی وان سرق، قال وان زنی وان سرق، قلت وان زنی وان سرق، قال وان زنی وان سرق، قلت وان زنی وان سرق، قال وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر (الحدیث متفق علیہ)

پر اُس کو موت آجائے تو وہ ضرور جنتی ہوگا (راوی حدیث یعنی ابوذرؓ صحابی فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا کہ کلمۂ توحید کا قائل جنتی ہے چاہے وہ زنا اور چوری بھی کرے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! چاہے وہ زنا اور چوری بھی کرے۔ پھر میں نے تعجب سے کہا اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے۔ میں نے پھر عرض کیا اگرچہ زنا اور چوری بھی کرے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں وہ جنتی ہے ابوذرؓ کی ناگواری کے باوجود اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۰) وعن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ وان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ وان عیسٰی عبد اللہ ورسولہ وابن امتہ وکلمتہ القاھا

عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ یکتا ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اور بلاشبہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول برحق ہیں اور حضرت عیسٰیؑ بھی اُس کے بندے اور رسول برحق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ایک بندی کے بیٹے ہیں اور کلمۃ اللہ

الیٰ مریم وروح منه والجنة والنار حق ادخله الله الجنة علیٰ ما کان من العمل ۔ (متفق علیہ)

ہیں جن کو حق تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کی طرف القاء فرمایا تھا اور حق تعالیٰ کی جانب سے ایک رُوح ہیں اور گواہی دے کہ جنت اور دوزخ حق ہیں۔ ایسے کو حق تعالیٰ جنت میں داخل فرمائیں گے اس کے عمل خواہ کیسے ہی ہوں۔ (بخاری ومسلم)

(۱۱) وعن انس رضی الله عنه قال یخرج من النار من قال لا اله الا الله وفی قلبه وزن شعیرة من الخیر ویخرج من النار من قال لا اله الا الله وفی قلبه وزن ذرة من خیر قال ابو عبد الله قال أبان حدثنا قتادة قال حدثنا انس عن النبی صلی الله علیه وسلم من ایمان مکان خیر (بخاریؒ)

انس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ عذاب نار سے ایسے لوگ بالآخر نکال دیئے جائیں گے جو کلمۂ توحید کے قائل تھے اور اُن کے دل میں جَو برابر ایمان تھا۔ اور وہ لوگ بھی دوزخ سے نکال دیئے جائیں گے جو کلمۂ توحید کے قائل تھے اور ان کے دل میں گیہوں کے دانہ کے برابر ایمان تھا۔ اور ایسے لوگ بھی دوزخ سے نکال دیئے جائیں گے جن کے دل میں ذرہ برابر ایمان تھا ابوعبداللہ بخاری فرماتے ہیں کہ (راوی) ابان نے کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا کہ یہ روایت ہم کو انسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کی تھی اور بجائے "من خیر" کے لفظ "من ایمان" نقل کیا تھا (بخاری)

....

....

ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

" یہاں حال یہ ہے کہ جو شخص بھی اس تحریک سے متأثر ہوگیا ہے وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر تمام سلف صالحین کی عظمت اور رفعت اپنے دل سے نکال چکا ہے۔ تقلید اس کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ وہ ہر موقع پر کورانہ تقلید کے الفاظ استعمال کرتا ہے اگرچہ مودودی صاحب کا ربقۂ تقلید وہ اپنی گردن میں ڈال چکا ہے وہ عام مسلمانوں سے اپنے کو کچھ علیحدہ سمجھتا ہے اور اس کی ہر چال ڈھال، انداز تکلم ہر حساس آدمی کی نظر میں علیحدہ امتیازی نظر آتا ہے۔ مودودی اور غیر مسلمانوں میں انتشار وافتراق بڑی حد تک پھیل چکا ہے۔ اگر کسی اسکول کا ہیڈ ماسٹر مودودیت سے متأثر ہو چکا ہے تو وہ مذہبی لحاظ سے اپنے چپڑاسی پر رحم نہیں کرتا۔ اگر کسی کمیٹی کا مینیجر مودودی ہو چکا ہے تو وہ ایک کلرک کی بھرتی کے وقت مودودی کلرک رکھنا چاہتا ہے۔ بیٹا مودودی ہوگیا ہے تو وہ بوڑھے اور ضعیف حاجتمند باپ کی امداد نہیں کرتا۔ بھائی سے بھائی چچا سے بھتیجا، ماموں سے بھانجہ آپس میں دست وگریبان ہیں۔ پرانی دوستیاں ختم ہوگئیں۔ عزیزوں میں اختلاف و افتراق رونما ہوگیا۔ جناب محترم! ان سب باتوں کی بوقتِ ضرورت نشاندہی کی جا سکتی ہے۔"

غور فرمایئے کہ مودودیوں کے اس غلو اور افراط کے نتائج (کہ وہ اپنی جماعت کو اصلی مسلمان قرار دیتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو نسلی مسلمان قرار دے کر سلف اور متبعین مذاہب اربعہ اور صوفیائے کرام کو نہایت دلخراش الفاظ سے علانیہ ذکر کرتے ہوئے تکفیر اور تحمیق و تجہیل کرتے ہیں اور سلف صالحین اور صحابۂ کرامؓ سے آج تک کے تمام مسلم افراد پر زبان درازیاں کرتے ہوئے تنقید و سب و شتم کرتے ہیں) کہاں سے کہاں پہنچ رہے ہیں اور آئندہ ان نتائج کے کیا کیا پھول و پھل لگ سکتے ہیں۔ دوربین اور سمجھ دار لوگوں کا متنبّہ ہونا اور عبرت پکڑنا ازبس ضروری ہے۔ اور جس قدر احتیاط اور انضباط ممکن ہو عمل میں لانا واجب ہے۔ واللہ الموفق

ننگِ اسلاف

(مکتوب ۱۰ جلد سوم ص۲۷ تا ص۳۰)

حسین احمد غفرلہٗ

محرم ۱۳۷۱ھ

(۹)

{بنام جناب مولوی محمد سالم صاحب ہنسوہ ضلع فتح پور}

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا تفصیلی والا نامہ ملا۔ مضمون دیکھکر تعجب ہوا۔ آپ جب چاہتے اپنے اشکالات کو پوچھ سکتے تھے۔ کوئی مرعوبیت کی وجہ نہیں تھی۔ میں یہاں تو دیوبند سے زیادہ مصروف ہوں۔ استفسارات کے جوابات حسب ذیل ہیں:-

(۱) اخوان المسلمین کے عقائد کی ہم کو کوئی تفصیل نہیں معلوم۔ البتہ جماعتِ اسلامی کے عقائد ان کی تحریروں سے معلوم ہوئے ہیں۔ اس لئے دونوں کو ایک کہنا غلط ہے۔ مجھ کو دارالعلوم کے تبصرہ مذکور کی کوئی اطلاع نہیں۔ آج آپ کے خط سے معلوم ہوا۔

(۲) جو عقائد مودودیوں کی طرف نسبت کئے گئے وہ رسائل میں مفصل طریقہ پر آگئے ہیں، وہ ایک دو نہیں ہیں۔ اگر ان کے وہ عقائد نہیں ہیں تو کیوں نہیں تبرّی شائع کرتے۔ اور جو عبارتیں ان کی مخدوش ہیں اُن کو اپنی تصنیفات سے کیوں نہیں نکال دیتے ہیں۔ اگر ان کو واقع میں گفتگو کرنی ہے تو اس کے لئے باقاعدہ تحریک ہونی چاہیئے۔ ابو اللیث صاحب کو اگر اس طرح کی تکلیف دی جاتی تو پھر واپس ہو کر جو چاہتے شائع کرتے اور ہم جو جو چاہتے شائع کرتے تو یہ تُو تُو مَیں مَیں کس طرح ختم ہوتی۔ اس لئے کہہ دیا گیا تھا کہ ہمارے پاس فرصت نہیں ہے۔ یہ واقعہ صرف ایک مرتبہ پیش آیا تھا جبکہ اخیر سال تھا اور کتابوں کی مصروفیت زیادہ تھی۔ اب بھی یہی کہتا ہوں کہ اگر صفائی دل سے گفتگو کرنی ہے تو باقاعدہ تحریک ہو، ہم ہر وقت تیار ہیں۔

(۳) پیغمبر بعد البعثت شرک، کفر، کبائر سب کے صدور سے معصوم ہے اور قبل البعثت شرک اور کفر سے معصوم ہے۔ کبائر کے متعلق اختلاف ہے۔ مگر کسی گناہ کا خیال آنا تو معصیت نہیں ہے۔ اس کا سوال آپ نے کیوں کیا۔ خیال تو اختیار کے اندر داخل نہیں ہے۔

(۴) گنگوہ کے واقعہ میں جو "دعوت" میں مضمون شائع ہوا ہے وہ بہت

زیادہ جھوٹ اور افتراء پر مشتمل ہے۔ بہت سی غلط باتیں شائع کی گئی ہیں۔ حکیم عبدالرشید صاحب نے اس کو شائع کیا ہے..

....

(۵) مودودی صاحب کی اس عبارت کا مطلب مجھ سے آپ کیوں پوچھتے ہیں اُنہیں سے پوچھیئے۔ میں ان کے اس مضمون (کہ ہر نبی سے ایک نہ ایک غلطی ہوئی اور دوسری اس قسم کی ہفوات) سے تکفیر نہیں کرتا۔ ضلال سمجھتا ہوں۔

(۶) خواب کی تعبیر حضرت رائے پوری زید مجدہم سے پوچھیئے۔ والسّلام

ننگِ اسلاف
حسین احمد غفرلہٗ
۱۸ ررمضان المبارک ۱۳۷۵ھ

(مکتوب ۱۳ جلد سوم ص ۸۷)

(۱۰)

.... نظر بندی کا علم فقط اس خط سے ہوا۔ اگرچہ عرصہ دراز سے کوئی والانامہ نہیں آیا تھا مگر یہ خیال نہ تھا۔ حق تعالیٰ آپ حضرات کے اس دینی جہاد کو قبول فرمائے اور باعثِ کفارۂ سیّئات اور ترقی درجات کرے۔ آمین۔

محترما! اس دَورِ فتن میں دین کو پکڑنا قبض علی الجمر کے مرادف ہے۔ سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہیئے۔ اگر تعلیماتِ دینیہ کا مشغلہ ہو تو زیادہ مفید اور ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ تبلیغی جماعت کا پروگرام انسب ہے۔ کم از کم سلفِ صالح کے قدم بقدم تو رہنا نصیب رہتا ہے۔ جو جماعتیں نئی نئی زرق برق پوشاک میں نمودار ہو رہی ہیں

ان کی چمک دمک میں محو ہو جانا انتہائی خطرناک ہے۔ مودودیوں کی گمراہی سے آپ غالباً ناواقف ہیں۔ آپ فرماتے ہیں " جماعتِ اسلامی کے معاملہ میں بندہ اکثر متردد رہتا ہے۔ کیا اس جماعت کی مخالفت کرنا ضروری ہے یا نظامِ اسلامی کے پیشِ نظر ان سے اتفاق کیا جائے یا توقف و سکوت بہتر ہے"۔ آپ اس قدر غافل کیوں ہیں؟ ان کی کتابوں کو تنقیدی اور گہری نظر سے دیکھئے۔ وہ تو چودہ سو برس والے طریقۂ اسلامیہ کے علاوہ ایک نیا اسلام بنا رہے ہیں جس میں ہر پروفیسر، ہر گریجویٹ، ہر عربی زبان سے شد بد رکھنے والا مجتہد مطلق ہے۔ یہی نہیں کہ اس کو اجتہاد کرنا جائز ہے بلکہ اس پر اجتہاد کرنا اس قدر ضروری اور لازم ہے جیسا کہ سانس کے لئے ہوا اور پیاس کے لئے پانی ضروری ہے۔ اس اسلام میں بڑے سے بڑے صحابی پر بھی اعتماد کلی نہیں ہے اگرچہ وہ خلیفۂ اول ہی کیوں نہ ہو۔ عام صحابہؓ تو کسی شمار و قطار میں نہیں ہیں۔ اور جبکہ صحابہؓ اور اربابِ قرنِ اول اس حال میں ہوئے تو تابعین اور بعد والے کس درجہ میں مانے جا سکتے ہیں۔ یعنی امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور دوسرے ائمۂ حدیث یا ائمۂ فقہ یا ائمۂ جرح و تعدیل کیا درجہ رکھ سکتے ہیں۔ اہلِ سنّت والجماعت کا متفقہ اصول تمام صحابہؓ کی عدالت کا جو کہ دلالتِ قطعیہ سے ماخوذ ہے بالکل ان کے نزدیک واہی اور لچر ہے۔ کوئی ہستی صحابہؓ تابعین، تبع تابعین وغیرہم میں سے قابلِ تقلیدِ مطلق نہیں ہے اور نہ کوئی ان میں سے معیارِ حق ہے۔ بلکہ ہر ایک انسانی کمزوریوں سے بالفعل متصف ہے۔ ان کا بنیادی عقیدہ دستورِ جماعتِ اسلامی دفعہ ۳ نمبر ۶ میں حسبِ ذیل ہے:۔

" رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے۔ کسی کو تنقید

سے بالاتر نہ سمجھے۔ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو
خدا کے بنائے ہوئے اس معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو
اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہے اس کو اسی درجہ میں رکھے۔"

اب آپ اس عقیدہ اور اس دفعہ پر غور فرمایئے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے اور کس قدر الحاد اور بے دینی اس کی تہ میں رکھی گئی ہے اور تمام سلفِ صالح کی کس قدر بے اعتباری درایۃً اور روایۃً شریعتاً اور طریقۃً اس میں کوٹ کر بھری گئی ہے۔ اور اس سے کتنے زہریلے جراثیم دین میں پیدا کئے گئے ہیں۔ کیا آپ کتاب و سنّت کو اس عقیدہ کے بعد ثابت کر سکتے ہیں اور کسی زندیق و ملحد پر اتمامِ حجّت کا راستہ کھول سکتے ہیں جبکہ ہر دو طریقہ (روایت، درایت) کا مدار صحابہ کرامؓ ہی پر ہے۔ اور وہ معیار اور مدارِ حق نہ رہے اور نہ تنقید سے ہی بالاتر رہے اور نہ ان کی ذہنی غلامی جائز رہی۔ ظاہر ہے کہ تنقید کسی بُرائی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ تو جب ان میں خرابیاں اور بُرائیاں موجود ہیں تو ان کی روایت کا کیا اعتبار ہے۔ اور اسی طرح ان کی درایت کا کیا اعتبار ہوگا۔ اور علیٰ ھٰذا القیاس ان کے طریقہ پر چلنا یعنی ذہنی غلامی بھی اگر صحیح نہیں ہے تو خیر القرون ہونا اور "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" اور "اُمَّۃً وَّسَطًا" وغیرہ آیات کو کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ تمام وہ احادیثِ صحیحہ جو کہ گوناگوں فضائلِ صحابہؓ سے بھری ہوئی ہیں سب بے کار ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ سلب کلی کا مصداق بجز اس کے نہیں ہو سکتا۔

افسوس صد افسوس کہ بہت سے علماء اور فارغینِ دار العلوم بھی مودودی صاحب کی تلبیسات کے شکار ہو رہے ہیں[1]۔ آپ بھی اس جماعت کی تنظیم اور ڈسپلن

---

[1] یہ اُس وقت کی بات ہے۔ بعد میں تقریباً سارے ہی علماء حق اس جماعت سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔

کی تعریف کرتے ہوئے اس میں شرکت کی خواہش کرتے ہیں یا تردد میں ہیں۔ جس طرح چکڑالوی، قادیانی، مشرقی نے نیا دین اور نیا اسلام بنایا ہے، اسی طرح مودودی صاحب نے نیا اسلام بنایا ہے۔ سابقین مجددین کی تجدیدات کو لات مار کر اپنی تجدیدات کو سب سے بالاتر فرماتے ہیں اور تمام اہل سنت والجماعت کے متفقہ اصول کو ٹھوکر مارتے ہیں۔ تمام علماء اور اہل طریقت حتیٰ کہ حضرت مجدد سرہندیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور اکابر علم وطریقت میں کیڑے نکال کر سب کی انتہائی تذلیل وتوہین کرتے اور سب سے نفرت دلاتے ہیں۔ بہرحال سوچئے اور سمجھئے اور اسلاف کرام کے طریقہ پر چلئے۔ واللہ معکم اینما کنتم۔

....

....

....آپ مودودیوں کی تنظیم اور جدوجہد کو سراہتے ہیں۔ محترما! قادیانیوں اور عیسائیوں کی تنظیم وجدوجہد اس سے بدرجہا بالاتر ہے۔ پھر کیا حکم دیں گے؟

....

....

.... والسلام

ننگ اسلاف

حسین احمد غفرلہ

۲۲ر شوال، ۱۳۷۳ھ

(مکتوب ۳۵ جلد چہارم ص ۱۱۶)

{بنام جناب محمد اقبال صاحب اوکاڑہ ضلع منٹگمری}

محترم المقام زید مجدکم السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا۔ جناب کو مودودی صاحب کی تحریریں دیکھکر اس قدر متأثر ہونا کہ اسلام سے بدظن ہوجائیں تعجب خیز ہے۔

(اوّلاً) علامہ مودودی خود اقرار کرتے ہیں کہ میں عالم نہیں ہوں۔ وہ ترجمان ۳۲۷ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"مجھے گروہِ علماء میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے میں ایک بیچ کی راس کا آدمی ہوں جس نے جدید وقدیم دونوں طریقہائے تعلیم سے کچھ کچھ حصہ پایا ہے اور دونوں کوچوں کو چل پھر کر دیکھا ہے۔ اپنی بصیرت کی بناء پر نہ تو میں قدیم گروہ کو سراپا خیر سمجھتا ہوں اور نہ جدید گروہ کو۔"

تعلیم میں ان کا صاف اقرار ہے کہ میں نے کچھ کچھ حصہ پایا ہے۔ اس کے بعد ان کا کوئی حکم شرعی امور کے متعلق آیا قابلِ وثوق واعتماد قرار دیا جاسکتا ہے۔ نیم طبیب خطرۂ جان ونیم مُلّا خللِ ایمان مشہور مقولہ ہے۔

(ثانیاً) علاوہ ازیں ڈاڑھی کے مسئلہ میں ان کی کیا کسی دوسرے کی رائے میں کتنا ہی بڑا اختلاف کیوں نہ ہو اس کی وجہ سے اصول مذہبِ اسلام اور اس کے عقائد اور فرائض اعمال پر کیا اثر پڑسکتا ہے جس کی بناء پر آپ اسلام سے بدظن ہوتے

پر آمادہ ہو گئے ہیں۔

علامہ مودودی صاحب کا یہ قول "میرے نزدیک ڈاڑھی کا بڑا اور چھوٹا ہونا یکساں ہے۔ صحابہؓ میں صرف دو ایک آدمی ایسے ملتے ہیں جن کی ڈاڑھی مشت برابر ہے" یہ صرف اُن کی رائے ہے کہ دونوں یکساں ہیں۔ یہ رائے ایک ناقص العلم یا ناقص العقل کی رائے ہے جس کے مقابل تمام فقہائے اسلام کی تصریحیں موجود ہیں کہ ڈاڑھی کی مقدار کم از کم ایک مشت ہونی چاہیئے۔ تو آیا مودودی صاحب کی رائے قابلِ اعتبار ہوگی یا تیرہ سو برس کے مستند علماء اور فقہائے مذہب کی؟

(ثالثًا) اگر آپ نے یہی اصول رکھا کہ ہزار بارہ سو برس کے بعد آنے والے ایک نیم تعلیم یافتہ کی جو کچھ رائے ہو وہ پُرانے کامل التعلیم اور معتبر علماء کی رائے اور روایات سے اُونچی شمار کی جائے تو پھر تمام دین ہی کو سلام کرنا پڑے گا۔ اس دَورِ فتن و غلبۂ ہوا و ہوس و عجب و تکبّر خود پسندی و خود رائی میں نہ صرف ادھورے علم والے بلکہ بڑی بڑی سندوں والے بھی ایسے ملیں گے کہ اپنی خواہشاتِ نفسانی کے لئے تمام متقدمین کے دفتروں کو اساطیر الاوّلین اور بکواس کہکر ٹھکرا دینگے اور اپنے غلط سے غلط افکار کو سب سے اُونچا بتلا کر لوگوں کو اس طرف بلائیں گے گذشتہ معتمدین اہلِ تقویٰ اور اہلِ علم کی تحمیق و تجہیل کریں گے اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ مفکر، سب سے زیادہ محقق بتائیں گے۔

ڈاڑھی کے متعلق مندرجہ ذیل امور پر غور فرمائیں:۔

(۱) قرآن مجید میں مذکور ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ "میری ماں کے بیٹے میری ڈاڑھی اور میرا سر مت پکڑ" لاتاخذ

بلحیتی ولا برأسی۔ اگر حضرت ہارون علیہ السّلام کی ڈاڑھی قبضہ (مشت) سے چھوٹی ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام کس طرح پکڑ سکتے تھے؟ (سُورۂ طٰہٰ)

(۲) جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنی ڈاڑھی کا خلال وضوء کے وقت میں کیا کرتے تھے. یعنی ڈاڑھی کے بالوں میں جڑوں کے نیچے سے اُنگلیاں ڈال کر پانی پہنچایا کرتے تھے. ترمذی جلد اوّل صـ۶ـ میں ہے:۔

عن حسان بن بلال رضؓ قال رأیت عمار بن یاسر رضؓ توضأ فخلل لحیته فقیل له او قال فقلت له اتخلل لحیتك قال وما یمنعنی ولقد رأیت رسول الله صلّی الله علیه وسلّم یخلل لحیته عن عثمان رضی الله عنه ان النبیّ صلّی الله علیه وسلّم کان یخلل لحیته قال ابو عیسٰی هٰذا حدیث حسن صحیح ۔

ابن ماجہ صـ۲۵ـ میں ہے:۔

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال کان رسُول الله صلّی الله علیه وسلّم اذا توضأ عرك عارضته بعض العرك ثمّ شبك لحیته باصابعه من تحتها (صحواہ ابن السکن)

یہ روایتیں متعدّد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ابوداؤد، ترمذی ابن ماجہ، بیہقی، دارقطنی وغیرہ محدّثین نے ذکر فرمائی ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور ان صحابہ کرام رضؓ کی ڈاڑھیاں نہ خس خسی تھیں نہ چھوٹی تھیں بلکہ اتنے بڑے بڑے بال تھے کہ ان میں نیچے سے

انگلیاں ڈال کر پانی پہنچایا جاتا تھا۔ جبڑے کے نیچے انگلیاں ڈال کر پانی پہنچانا ایک مشت یا اس سے زائد ہی میں ہوگا۔

ابوداؤد میں ہے :۔

" اخذ کفا من ماء فادخله تحت حنکه فخلل به لحیته "

کیا چھوٹی ڈاڑھی یا خس خسی میں یہ ہو سکتا ہے یا اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے؟

(۳) عن انس بن مالك رضی الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر دهن رأسه وتسريح لحيته ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر میں تیل کی مالش اور کنگھی سے ڈاڑھی کے بالوں کا سنوارنا بکثرت کرتے تھے۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ خس خسی ڈاڑھی میں نہ کنگھی ہوتی ہے نہ اس کی ضرورت پڑتی ہے کہ اس کو سنوارا جائے۔ اور یہی حال چھوٹی ڈاڑھی کا ہے۔

(۴) كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فى المسجد فدخل رجل ثائر الرأس واللحية فاشار اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده ان اخرج كانه يعنى اصلاح شعر رأسه و لحيته ففعل الرجل ثم رجع فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اليس هٰذا خيرا من ان ياتى احدكم ثائر الرأس كانه شيطان (مؤطا امام مالک ص۳۷۶ مشکوٰۃ ص۳۲۸)

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے۔ بس ایک پراگندہ سر اور ڈاڑھی

داخل ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکل جانے کا حکم دیا۔ آپؐ کا مقصد یہ تھا کہ اپنے سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو سنوارے تو اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر لوٹ کر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی پراگندہ بال اس طرح آئے کہ گویا کہ وہ شیطان ہے۔

ظاہر ہے کہ ڈاڑھی اور سر کے بالوں میں پراگندگی جب ہی ہوسکتی ہے جبکہ وہ دراز ہوں۔ خس خسے یا چھوٹے بالوں میں نہ پراگندگی ہوتی ہے نہ اُن کے سنوارنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور نہ سنور سکتے ہیں۔

(۵) عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ والسواک والاستنشاق بالماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانۃ وانتقاص الماء یعنی الاستنجاء (الحدیث) یعنی دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔ مونچھوں کا کترنا اور ڈاڑھی کا بڑھانا اور مسواک کرنا الخ (ابن ماجہ ص۲۵، مسلم ص۱۲۹، ابوداؤد ص۸)

اس حدیث میں جوکہ نہایت قوی روایت ہے دس چیزوں کو جن میں سے ڈاڑھی کا بڑھانا اور مونچھوں کا کتروانا بھی ہے فطرت تبلایا ہے۔ اور فطرت عرفِ شرع میں ان امور کو کہا جاتا ہے جوکہ تمام انبیاء اور رسولوں کی معمول بہ اور متفق علیہ ہیں اور ہم کو ان پر عمل کرنے کا حکم ہے۔

صاحب مجمع البحار ص۵۵ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

"عشرۃ من الفطرۃ ای من السنۃ ای سنن الانبیاء علیھم السلام التی اُمرنا بالاقتداء بھم فیھا (ک)

ای من السنة القدیمة التی اختارها الانبیاء علیهم السلام و اتفقت علیها الشرائع فکانها امر جبلی فطروا علیه"۔ الخ

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم ص۱۴۸ میں فرماتے ہیں:۔

"قالوا ومعناه انها من سنن الانبیاء صلوات اللہ وسلامه علیهم"۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوگیا کہ ڈاڑھی بڑھانے کا تمام شریعتوں میں حکم تھا اور یہی سُنّت تمام انبیاء علیہم السلام کی رہی ہے۔ اور چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی کم از کم ایک قبضہ تھی جیسا کہ ہم نمبر ۱ میں کہہ آئے ہیں تو یقیناً تمام انبیاء علیہم السلام اور جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی بھی کم از کم ایک مشت ضرور تھی۔ اور چونکہ ہم کو ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اقتدا کرنے کا حکم کیا گیا ہے "اولٓئك الذین هدی اللہ فبهدا هم اقتده"۔ اس لئے ہم کو بھی اس امر یک مُشت میں ان کا اقتدا کرنا ہوگا۔

(۶) عن ابن عمر رضی اللہ عنهما عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال خالفوا المشرکین وفروا اللحی واحفوا الشوارب وکان ابن عمرؓ اذا حج أو اعتمر قبض لحیته فما فضل اخذه (باب اعفاء اللحی عفوا اکثروا وکثرت اموالهم) وبسنده عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم أنهکوا الشوارب واعفوا اللحی (بخاری)

ص۴۵، نسائی ص۲، مسلم ص۱۲۹، ابوداؤد ص۲۳۱)

اس حدیث صحیح میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی کے مطلقاً بڑھانے کا حکم کیا ہے جس میں کوئی حد مقرر نہیں فرمائی گئی، جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاڑھی کو بڑھاتے ہی رہنا چاہیئے اگرچہ وہ بڑھکر پاؤں .... زمین تک پہنچ جائے۔

چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں:۔

"والمختار ترکھا علی حالھا وان لایتعرض لھا بتقصیر ولا غیرہ"

امام طبری فرماتے ہیں:۔

"ذھب قوم الی ظاھر الحدیث فکرھوا تناول شیء من اللحیۃ من طولھا وعن عرضھا" (فتح الباری ص۲۹۶ جلد ۱۰)

مگر چونکہ اس طرح کا عمل بدنمائی پیدا کرتا ہے اور بسا اوقات صورت بگڑ جاتی ہے اور لوگوں کو استہزاء اور تذلیل کا موقع ملتا ہے اور یہ چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھی۔ نیز آپ اپنی ڈاڑھی کے طول وعرض سے کترا کرتے تھے، اس لئے اس کی حد معلوم کرنی ضروری سمجھی گئی۔ چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے افعال واقوال کے مشاہدہ کرنے والے ہیں اس لئے ان کے عمل کو اس بارے میں امام بخاری نے ترازو بنایا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے فدائی ہیں اور آپ کی سنتوں کی پیروی میں نہایت پیش پیش رہنے والے ہیں۔ ان کے عمل کو بطور معیار پیش کیا ہے:۔

"وکان ابن عمرؓ اذا حج أو اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ۔" (ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ جب حج یا عمرہ سے فارغ ہوتے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑ لیتے تھے۔ جو حصّہ زائد ہوتا تھا اُس کو کتر دیتے تھے)

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا عرض اور طُول میں ڈاڑھی کا کترنا اسی مقدار اور کیفیت سے ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں طبری سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"وقال قوم اذا زاد علی القبضۃ یوخذ الزائد ثم ساق بسندہ الی ابن عمرؓ انہ فعل ذٰلک برجل ومن طریق ابی ھریرۃؓ انہ فعلہ" (فتح الباری جلد ۱۰ ص ۲۹۶)

یعنی ایک جماعت کہتی ہے کہ ڈاڑھی جب ایک مشت سے زائد ہو جائے تو اس زائد کو کتر دیا جائے پھر (طبری نے) اپنی سند سے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ اسی عمل اور طریقہ کو فقہاءِ حنفیہ اور شافعیہ وغیرہ نے کتبِ فقہ وغیرہ میں ذکر فرمایا ہے۔

(۷) عن جابرؓ قال کنا نعفی السبال الا فی حج او عمرۃ (ابوداؤد ص ۲۲۳ ج ۲)

یعنی ہم لوگ ڈاڑھی کے اگلے اور نکلے ہوئے حصّہ کو بڑھا ہوا رکھتے تھے مگر حج اور عمرہ میں۔ یعنی حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر کتر دیا کرتے تھے جس کی تفصیل

حضرت ابن عمرؓ کے عمل سے ہو گئی ہے۔ اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ شرح بخاری صہ ۲۹۹ جلد ۱ میں فرماتے ہیں:۔

”واخرج ابوداؤد من حدیث جابرؓ بسند حسن قال کنا نعفی السبال الا فی حج اوعمرة وقوله نعفی بضم اوله وتشدید الفاء ای نترکه وافرًا وھذا یؤید ما نقل عن ابن عمرؓ فان السبال بکسر المهملة و تخفیف الموحدة جمع سبلة بفتحتین وھی ما طال من شعر اللحیة فاشار جابرؓ الی انهم یقصرون منها فی النسک“۔

یہ حدیث صاف طور سے بتلا رہی ہے کہ عام صحابہ کرامؓ تمام سال میں ڈاڑھی کا اگلا اور لانبا حصہ کترواتے نہیں تھے۔ ہاں جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو ایک مشت سے زائد حصہ کو کتروا دیتے تھے۔

(۸) عن یزید الفارسی وکان یکتب المصاحف قال رأیت النبی صلی اللہ علیه وسلم فی المنام زمن ابن عباسؓ فقلت لابن عباسؓ انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی النوم فقال ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یقول ان الشیطان لا یستطیع ان یشتبه بی فمن رآنی فی النوم رآنی ھل تستطیع ان تنعت ھذا الرجل الذی رأیته فی

النوم قال نعم انعت لك رجلا بين الرجلين جسمه ولحمه اسمر الی البياض اكحل العينين حسن الضحك جميل دوائر الوجه قد ملأت لحيته ما بين هٰذه الی هٰذه قد ملأت نحره قال عوف ولا ادری وكان مع هٰذا النعت فقال ابن عباسؓ لو رأيته فی اليقظه ما استطعت ان تنعته فوق هٰذا (ترمذی فی الشمائل ص۳۰)

یعنی یزید فارسی جو کہ مصاحف کو لکھا کرتے تھے اُنہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کے زمانہ میں جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خواب میں دیکھا تو میں نے ابن عباسؓ سے ذکر کیا کہ میں نے جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خواب میں دیکھا ہے۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرمایا کرتے تھے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا اس لئے جس شخص نے بھی مجھ کو خواب میں دیکھا ہے اُس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے۔ کیا تم اُس شخص کا جس کو خواب میں دیکھا ہے حلیہ بیان کر سکتے ہو۔ میں نے کہا ہاں وہ متوسط بدن اور قامت کا تھا۔ گندم گوں سفیدی مائل، سرمگیں آنکھوں والا، اچھا ہنسنے والا، چہرہ کے خوبصورت دائروں والا۔ اُس کی ڈاڑھی نے یہاں سے یہاں تک (دائیں سے بائیں تک) کے حصّہ کو بھر دیا ہے اور سینہ کو بھر دیا ہے (پہلے کلام میں ڈاڑھی کی چوڑائی اور دوسرے میں لمبائی بتلائی) (راوی عوف نے کہا کہ اس کے علاوہ جو چیزیں

حلیہ کی ذکر کی تھیں ان کو میں اس وقت نہیں جانتا یعنی بھول گیا) تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاگتے ہوئے دیکھتے تو اس سے زیادہ بیان نہ کر سکتے۔

یہ روایت صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی لانبی اور چوڑی اتنی تھی کہ سینۂ مبارک کی لمبائی اور چوڑائی کو اس نے ڈھانک رکھا تھا۔

(الف) ان روایاتِ معتبرہ پر غور فرمائیے۔ آیا ان سے وہ بات ظاہر ہوتی ہے جس کو آپ نے "ترجمان" سے نقل فرمایا، یا اس کے برعکس ؟

سابقین انبیاء علیہم السلام سبھوں کا عمل کم از کم ایک مشت بلکہ اس سے زائد ڈاڑھی رکھنے کا ظاہر ہوتا ہے۔

(ب) نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک کم از کم ایک مشت بلکہ اس سے زائد اتنی ثابت ہوتی ہے جس میں تخلیل فرماتے تھے، کنگھی سے درست فرمایا کرتے تھے۔ وہ اتنی بڑی اور گنجان تھی کہ اس نے سینۂ مبارک کے اوپر کے حصے کے طول و عرض کو بھر لیا تھا۔

(ج) حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہ حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے صراحۃً یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مشت یا اس سے زائد ڈاڑھی رکھتے اور رکھولاتے تھے۔

(د) تمام دوسرے صحابہؓ کا یہی عمل ہونا التزاماً ثابت ہوتا ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ڈاڑھی لمبی رکھتے تھے، بجز حج

اور عمرہ کے کترواتے نہیں تھے ۔

(ہ) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابۂ کرامؓ اور امت کو ڈاڑھی بڑھانے کا بلا تحدید و تقیید ارشاد اور حکم فرمایا ہے ۔

(و) اس عمل کو بلا تحدید مسلمانوں کے لئے مابہ الامتیاز قرار دیا ہے جو کہ ان کا مخصوص شعار اور یونیفارم ہوگا ۔ نہ منڈانا جائز ہوگا نہ خس خسی رکھنا، نہ چھوٹی رکھنا ۔

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے مودودی صاحب کا یہ فرمانا (جو آپ ذکر فرماتے ہیں) بالکل غلط ہے ۔ ناواقفیت کی وجہ سے یا نفسانی خواہشات سے ایسا واقع ہوا ہے ۔ فقہاء حنفیہ شافعیہ وغیرہ کی تصریحات پر آپ کو عمل کرنا چاہیئے ۔ مودودی صاحب کی تصانیف اس قسم کی غلطیوں سے بھری ہوئی ہیں ۔ ان کے مطالعہ سے بچنا چاہیئے ۔

مودودی صاحب علومِ دینیہ کے فاضل نہیں ہیں ۔ آپ کا یہ فرمانا "جب مولانا مودودی جیسے فاضل نے یہ کہا کہ چھوٹا اور بڑا ہونا برابر ہے تو منڈوانا بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ علماء کا اپنی طرف سے اضافہ ہے ۔ ملک کے رواج کے مطابق رکھ بھی سکتا ہے اور منڈوا بھی سکتا ہے" خود ان کی تصریح کے خلاف ہے ۔ وہ کسی مشہور درسگاہ کے سند یافتہ نہیں ہیں ۔ نہ کبھی ایسی درسگاہ میں انہوں نے پڑھا ہے ۔ نہ کسی مشہور دینی فاضل کے یہاں علومِ دینیہ کی تحصیل کی ہے ۔ ان امور کا خود ان کو اور ان کے متبعین کو اقرار ہے ۔ ان کا مبلغ علم صرف مطالعہ پر ہے ۔ اس پر آپ کا ارشاد کہ "منڈوانا بھی کوئی حرج نہیں رکھتا

علماء نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے" انتہائی ظلم اور علماء سے بہت شنیع بدظنی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "خالفوا المشرکین قصوا الشوارب و وفروا اللحی" سے صریح بغاوت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو اور تمام مسلمانوں کو ہدایت عطاء فرمائے۔ آمین۔

مودودیوں کا اتباع کتاب و سنت کا ڈھول پیٹنا اور اس طرح سنت رسول اللہ علیہ السلام اور عمل صحابہؓ کی مخالفت کرنا انتہائی تعجب خیز ہے۔ والی اللہ المشتکیٰ۔

والسلام۔

ننگ اسلاف

(مکتوب ۵۰ جلد چہارم صفحہ ۱۷۰ تا صفحہ ۱۸۰)

حسین احمد غفرلہٗ

۱۵ محرم سنہ ۱۳۷۱ھ

۱۲

{بنام مولانا عبدالجلیل صاحب ۲۶ فیلڈ رجمنٹ لاہور گیٹ}

(مکتوب میں اور باتیں بھی تھیں، مودودی صاحب کے متعلق سوال اور جواب نقل کیا جاتا ہے)

سوال ۲: ہمارے یہاں یہ بحث ہے کہ جماعت اسلامی پاکستان کے رسالوں اور اخبارات میں یہ مضمون (یعنی خط) آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ آپ نے مودودی کے متعلق یہ مندرجہ ذیل فقرے استعمال کئے ہیں۔ "ایسے ٹٹ پونجیے اپنی بدبختی کے سوا کر ہی کیا سکتے ہیں" "ایسے کم بخت، ایسے بدنصیب بدبخت اور ایسے خبیثوں سے منہ نہ لگانا" الخ کیا واقعی یہ آپ کی عبارت ہے

آپ کا شائع کردہ خط چونکہ لمبا تھا اس لئے اقتباسات لکھے گئے ہیں۔ ہم یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ یہ بھی انہیں کے ہتھکنڈوں میں سے ایک ہے جو کسی کی عبارت کو کسی کے سر منڈھ دیتے ہیں اور پھر علماء کو بدنام کرنے کا راستہ نکال لیتے ہیں جیسا کہ تھوڑا عرصہ ہوا مولانا قاسمؒ کی عبارت کو کس چالاکی سے توڑ مروڑ کر مفتی مہدی حسن صاحب دیوبند سے فتوای حاصل کیا اور پھر حاشیہ آرائی کی جو کہ اخبارات میں تفصیل سے آچکا ہے۔ یہ بھی اسی میں سے ایک ہے۔ جواب سے آگاہ فرما کر تسلی دیں تاکہ ہم ان کو جواب دے سکیں۔

جواب ۲ (از حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ)

محترما! آپ نے اس جواب کو دیکھا اور اس کے طویل ہونے کی وجہ سے اس کے اقتباسات نقل کر دیئے مگر یہ نہیں دیکھا کہ وہ میرا جواب کس کو لکھا گیا تھا اور کہاں لکھا گیا تھا اور کن باتوں کا جواب تھا۔ اگر اس کی تحقیق فرماتے تو آپ کو پوچھنے کی ضرورت نہ پیش آتی اور نہ مودودیوں کے ہتھکنڈے آپ پر مخفی رہتے واقعہ یہ ہے کہ قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور میں کچھ لوگ مودودی جمع ہو گئے تھے اور اپنے عقائد اور طریقہ کا اعلان اور تبلیغ اور دعوت جاری کی تھی۔ اُن کی ہذیانات کے متعلق ایک سوال آیا تھا جس میں منجملہ اور ہذیانات کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرامؓ اور ائمۂ عظام کی توہین اور بے ادبی ذکر کی گئی تھی۔ ایک یہ بھی ہذیان لکھا کہ یہ لوگ حضرت ابو سعید صاحب کے متعلق نہایت دلخراش الفاظ استعمال کرتے ہیں اور ان کی زیارت کے متعلق نازیبا الفاظ کہتے ہیں (واضح ہو کہ) حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سلسلہ

مشائخ چشتیہ صابریہ میں نہایت معزز اور محترم بزرگ گذرے ہیں جو کہ تقریباً ۱۰۴۱ھ میں فوت ہوئے تھے۔ حضرت شاہ نظام الدین بلخیؒ کے خلیفہ اور حضرت شاہ محب اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد ہیں۔ ان کا مزار حضرت شاہ عبدالقدوسؒ کی خانقاہ کے قریب ایک قبہ میں ہے۔ یہ جوابی خط میں نے اسی شخص کو گنگوہ میں بھیجا تھا جنہوں نے سوال بھیجا تھا۔ مدرسہ اشرفیہ کے مدرس مولوی عبدالحمید صاحب حسن پوری تھے۔ انہوں نے اس خط کو شائع کر دیا۔ اب قابلِ غور یہ بات ہے کہ اس خط میں جو الفاظ ٹٹ پونجیے، کم بخت، بدنصیب وغیرہ کے لکھے گئے ہیں اُنہیں لوگوں کے لئے ہیں جن کے تذکرے سائل نے اپنے خط میں کئے ہیں۔ اور وہی لوگ ہیں جو کہ گنگوہ میں مودودی مسلک پھیلاتے تھے اور بزرگان دین کی شان میں گستاخیاں کرتے ہوئے اَول فَول بَک رہے تھے۔ مودودی صاحب کو ان الفاظ کا اپنے اوپر اوڑھنا یا مودودیوں کو اپنے امیر کو اس کا مصداق بنانا یہ ان کا پروپیگنڈا اور ہتھکنڈا ہے۔ اصل خط میں مودودی (ابوالاعلیٰ) صاحب کا نہ کوئی تذکرہ تھا نہ ابوالاعلیٰ صاحب کا جواب میں کوئی تذکرہ ہے۔ بہر حال ان الفاظ کے مصداق وہ اشخاص ہیں جنہوں نے گنگوہ میں بدزبانیاں اور بے عنوانیاں کی تھیں اور اسی وجہ سے جمع کے الفاظ لائے گئے ہیں۔ اگر مودودی صاحب کی طرف رُوئے سخن ہوتا تو مفرد لایا جاتا۔ گنگوہ میں نہ مودودی صاحب موجود تھے نہ ان کو وہاں آنے کا موقعہ ملا۔

ثانیاً۔ بالفرض اس کے مصداق اگر مودودی صاحب ہی قرار دیئے جائیں تو اُنہوں نے اسلافِ کرام کی شانہائے عالیہ میں کیا کیا ہرزہ سرائی

نہیں کی ہے۔ یہ الفاظ تو بہت ہی ہلکے ہیں۔ مودودیوں کو اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر سوچنا چاہیئے۔ یہاں تو "جزاء سیئة سیئة مثلها" بھی نہیں کیا گیا ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ "کلوخ انداز را پاداش سنگ است" کا معاملہ کیا جائے جب کسی کے باپ کو گالی دوگے تو کب تمہارا باپ گالی سے بچ سکتا ہے۔ اگر کسی کو اپنے باپ کی عزّت مطلوب ہے تو اُس کو ضروری ہے کہ دوسروں کے آباء واجداد کی عزّت اور تکریم میں کوتاہی روانہ رکھے۔ قال النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم لایسب احدکم والدیہ قالوا یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم هل یسب احد والدیہ قال نعم یسب ابا الرّجل فیسب اباہ (او کما قال) اور ٹٹ پونجیہ تو کوئی ایسا شنیع اور سبّ وشتم کا لفظ ہی نہیں ہے اس کے معنیٰ کم مایہ کے ہیں جس کی تمام پونجی ٹاٹ ہو۔ کم مایہ ہونے کا خود مودودی صاحب کو اقرار ہے۔ بہرحال یہ الفاظ اُن کے لئے نہیں لکھے گئے اور نہ لکھنے کے وقت اُن کا خیال تھا۔ یہ الفاظ فقط اُن مودودیوں کے لئے تھے جنہوں نے گنگوہ میں اُدھم مچا رکھی تھی۔ مودودی صاحب کے لئے ان الفاظ کو قرار دینا یہ اُن کا اور ان کی جماعت کا ہتھکنڈا ہی ہے اور بس۔ (مکتوب ۶۴ جلد سوم ص۱۹۱ جواب نمبر دوم)

(۱۳)

{بنام مولانا ابوسعید خدا بخش صاحب ملتانی}

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃُ اللہ وبرکاتہ،

مزاج شریف۔ ابوالاعلیٰ صاحب ایک اخبار نویس ہیں۔ تحریر، مضامین اور

تراجم وغیرہ سے کوئی شخص صاحبِ فتوای نہیں ہو سکتا۔ نہ صرف واقفیتِ زبان اس کے لئے کافی ہے اور نہ کسی کو اپنی زبان زوری سے لوگوں کو لبھا لینا قابلِ اعتماد قرار دیا جا سکتا ہے۔ آپ روزانہ دنیاوی معاملات میں ججوں اور ہائی کورٹوں میں وکلاء اور بیرسٹروں کے اقوال کو جو کہ لاء کی تعلیم حاصل کر کے سرٹیفکٹ حاصل کر چکے ہیں قابلِ اعتبار قرار دیتے ہیں۔ غیر سَنَد یافتہ وکیل یا بیرسٹر کو خواہ وہ کتنا ہی فیلسوف اور لاء کے علاوہ دوسرے فنون میں کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو کورٹ میں کسی لاء اور قانون اور فیصلے کے متعلق بحث کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتے بلکہ اگر غیر سند یافتہ کچھ کہنا چاہے تو کورٹ کے کٹہرے سے نکلوا دیتے ہیں۔ وہ جس نے لاء کالج میں تعلیم حاصل کی ہو مگر فیل ہو گیا ہو اُس کو بولنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ایسے لوگوں کو جج کے فیصلے میں گفتگو کرنا قانونی جرم قرار دیا جاتا ہے۔ ان کی بات کو ماننا تو درکنار۔ مگر کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ انسانی لاء کی اور دنیاوی قوانین کی تو اتنی پابندی ہو اور خداوندی لاء اور اسلامی قوانین میں ہر شخص رائے دینے اور بڑے بڑے ان حاملینِ قوانینِ شرعیہ کے فیصلے کو جنہوں نے دس دس، بیس بیس، تیس تیس سال تک اس لاء کی خدمت عرق ریزی سے کی ہو اُسے ٹھکرا دیتے ہیں۔ مودودی صاحب نے کس عربی مدرسہ میں تکمیل کی؟ کونسا سرٹیفکٹ اُن کے پاس ہے؟ علومِ عربیہ اور فقہ اسلامی (اسلامک لاء) میں ان کا کیا پایہ ہے؟ کتنے دنوں انہوں نے عربی علوم وفنون اور فقہِ اسلامی کے اصول وفروع کی خدمت کی؟ ہم تک اس کی کوئی تفصیل نہیں پہنچی ہے۔ بے شک ان کے سینہ اور دل میں اسلامی ہمدردی اور مذہبی جوش بہت کچھ بھرا ہوا ہے۔ تحریرات زوردار کرتے ہیں مگر فتوے

کے لئے یہ مقدار کافی نہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم سے ہمارا سیاسی اختلاف ہے اور بہت زیادہ اختلاف۔ مگر وہ جزئیات اور فروع۔ اسلامک لاء جن کو سیاسیات سے تعلق نہیں ہے ان میں ان کا قول قابل اعتماد ہوگا۔ مولانا موصوف کا اسلامی تفقہ اور علوم وفنون میں تمام عمر مصروف رہنا ان کی تعلیم دینا، ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگری حاصل کرنا ان میں بے شمار مفید اور کار آمد تصانیف وتالیف کر کے عالم اسلامی اور خلائق کو فیضیاب بنانا آفتاب کی طرح دنیا میں روشن ہے اور ہو چکا ہے۔ اس بارے میں مودودی صاحب کا قول ان کے سامنے ایسا ہی شمار کیا جائے گا جیسے کہ ایک کامیاب بیرسٹر کے سامنے چوتھی پانچویں کلاس کے طالب علم کا قول ہوگا۔ آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ "مودودی صاحب زمانہ کی سائنٹفک ایجادات اور تیز رفتار تمدنی انقلابات کے ہوتے ہوئے ہدایہ اور بدائع کی روشنی میں مسائل کو حل کرنا نوجوان طبقہ کو اسلام سے بدظن کر دینا اور الحاد کے شکار کر دینے کے مرادف ہوگا" الخ نہایت تعجب خیز مقالہ ہے۔ پھر تو آپ بجائے ہدایہ اور بدائع کے قرآن وحدیث کو بھی لائیں گے۔ اگر ان چیزوں کی موجودگی میں ہدایہ اور بدائع کی روشنی میں حل نہیں کیا جا سکتا تو یہ بھی کہنا کیوں نہیں درست ہے کہ پھر آج قرآن وحدیث کو اسی وجہ سے بالائے طاق رکھ دینا چاہیئے ورنہ نوجوان طبقہ اسلام سے بدظن ہو جائے گا.................. والسلام

(مکتوب ۱۵۶ جلد اوّل ص ۴۲۶) حسین احمد غفرلہٗ ۲۹ رمضان ۵۸ھ

۱۴

{ بنام جناب مولانا رعایت اللہ صاحب }

عالیجناب مولانا رعایت اللہ صاحب زید مجدہم. السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا. حضرت مولانا محمد صادق صاحب اور اہلِ مدرسہ مظہر العلوم کی خیر و عافیت اور مدرسہ کی بہترین حالت معلوم کر کے خوشی ہوئی۔

محترما! ہم نے ہمیشہ اپنے اکابر کا طریقہ دیکھا ہے. اور حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کی وصایا میں (جو کہ دار العلوم دیوبند کیلئے چارٹر ہیں) ہم مشرب ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے. ہمارے اکابر مقلّد ہیں. حنفی ہیں، سُنّی ماتریدی اشعری ہیں. اہلِ طریقت ہیں (صوفیہ چشتی نقشبندی قادری سہروردی ہیں) بدعات سے متنفر مجتنب ہیں. یہ مشرب ہمارے اکابر اور اسلاف کا رہا ہے. اس مشرب کے خلاف ہونے والوں کو ہم نہ سب کو کافر کہتے ہیں نہ سب کو فاسق کہتے ہیں، نہ سب سے ہم عداوت رکھتے ہیں (ہاں اگر کوئی شخص کسی امرِ مکفر یا مفسق وغیرہ کا مرتکب ہوگا تو حسب استحقاق معاملہ ہوگا) غیر مشرب والوں کا کسی ادارے میں موجود ہونا ہم ادارے کیلئے مضر اور بجائے نفع، نقصان کا موجب سمجھتے ہیں اور یہی تجربہ ہمارا ہے. کوئی ادارہ مخالف مشرب کے اجتماع میں پھول پھل نہیں سکتا. غیر مقلد یا مبتدع کی شرکت ادارہ کی عملی نظام بالخصوص تدریس اور تعلیم میں مضر اور سببِ بربادی ہے. حالانکہ ان دونوں کے تفردات تکفیر تک نہیں پہنچتے تو قادیانیوں، شیعوں اور اُن کے جیسے غالیوں کے کیا اثرات ہوں گے. ہمیشہ ہمارے اکابر

عدم تقلید سے متنفر اور حنفیت اور تقلید کے مقلد اور داعی و دلدادہ رہے ہیں۔ طریقت اور تصوف کے موید اور عامل رہے ہیں۔ مودودیت غیر مقلدیت سے بھی نہایت زیادہ گندی اور گمراہ کن ہے۔ مودودی کی تصانیف دیکھئے۔ وہ نہ صرف امام ابوحنیفہؒ اور ائمہ اور فقہاء سے نفرت دلاتی ہیں بلکہ وہ صحابۂ کرامؓ اور خلفائے عظام کی بھی توہین کرتی ہیں۔ ائمۂ حدیث اور مجتہدین کرام کے متعلق زہر اگلتی ہیں۔ اگر کوئی مدرس اس خیال کا ہے تو اُس کی تعلیم سے طلباء میں کیسا زہر بھر جائے گا آپ خود اندازہ فرمایئے۔ جو شخص امام ابوالحسن اشعریؒ، امام غزالیؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ وغیرہم کی شان میں ہرزہ سرائی کرتا ہے اور اس کی تصانیف اس سے بھری ہوئی ہیں، اس کی تصویب کرنے والا مدرس طلباء میں کس ضلال و گمراہی کا باعث ہوگا، آپ خود اندازہ فرمایئے۔ اس لئے ہم تو یہی کہیں گے کہ ایسے مشرب والے لوگ ہرگز ادارہ میں نہ ہونے چاہئیں۔ نہ طلباء نہ مدرس، مودودی کی تصانیف کو دیکھئے عمل کو جانچئے۔ ہم تو یہاں تک دیکھتے ہیں کہ ہم مشرب شخص بھی اگر بے عمل یا بدعمل ہے تو اداراتِ تعلیمیہ میں بہت مضر واقع ہوتا ہے۔ میں حاجی قائم الدین صاحب کے عمل کی تصویب کرتا ہوں۔ اگر مولوی عبدالحلیم صاحب مودودیوں کے ہم خیال اور موید ہیں اور اُنہوں نے اس کی تالیف وغیرہ کا مطالعہ کر کے یہ رائے قائم کی ہے تو یقیناً ان کو ادارے سے نکال دینا چاہیئے۔ آئندہ آپ حضرات کو اختیار ہے۔ ہم نے جو اعلان مودودیوں کے متعلق کیا ہے سوچ سمجھ کر اُن کی کتابیں اور عملی حالت دیکھکر اور ان کے اثرات کا مشاہدہ کر کے

کیاہے اور جو کچھ ابھی تک نہیں لکھا اور نہیں شائع کیاہے وہ بہت زیادہ ہے۔ ان کی تالیفات گمراہیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ فالحذر۔ الحذر۔ والسّلام۔

(مکتوب ۱۴۷ جلد سوم ص۸۹)

ننگ اسلاف

حسین احمد غفرلہٗ دیوبند

۱۵

محترم المقام زید مجدکم　　　السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ.....

مودودیوں سے جو حضرات وہاں پر ہیں ناواقف ہیں۔ ان کی کتابیں دیکھتے نہیں یا اگر دیکھتے بھی ہیں تو تنقیدی نظر اور غور سے نہیں دیکھتے۔ جو نوٹ میں نے دستورِ اسلامی کا آپ کو لکھا تھا کہ ص۵، ۶ عقیدۂ رسالت جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"رسُولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے۔ کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔" الخ

اس پر غور فرمائیے۔ کیا یہ انبیاء سابقین علیہم السّلام جن پر ایمان لانا اور ان کی رسالت میں تفریق نہ کرنا ضروری ہے اس کا انکار نہیں؟ کیا اس سے ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت کا انکار نہیں ہوتا جن کی تعدیل اور مقبولیت میں آیاتِ قطعیہ وارد ہیں کیا یہ عقیدہ اسلام کو باقی رکھنے والا ہے کیا اس میں وہ لاتعداد روایتیں ذخیرۂ احادیث کی جو کہ انفرادی طور پر صحاح میں

مدح صحابہؓ کے لئے اور اجتماعی طور پر وارد ہیں۔ ان سب کا انکار نہیں ہے اور کیا ایسے عقیدہ کے ہوتے ہوئے کوئی شخص فرقۂ ناجیہ اہلِ سُنّت میں شمار کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا اس قاعدہ اور دستور کے تسلیم کرنے کے بعد احادیث اور قرآن قابلِ اعتماد ہو سکتے ہیں؟ مدار دین کے نقل کا صحابۂ کرامؓ ہیں۔ جب وہ انفراداً اور اجتماعاً معیارِ حق نہیں، نہ تنقید سے بالاتر ہیں تو ان پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ اور اُن کی مرویات کا کوئی اعتبار کیا جا سکتا ہے؟ اس پر تو روافض کا کہنا کہ انہوں نے قرآن میں تحریف کی، اس میں سے دس پارے نکال دیئے گئے۔ وغیرہ وغیرہ سب قابل قبول ہو سکیگا۔ کیا اس میں تقلیدِ صحابہ و تابعینِ کرام اور ائمہ کا انکار نہیں؟ غور فرمائیے۔ یہ جماعت اسلام کو برباد کرنے اور اس کے اصول و فروع کو جڑ سے اُکھاڑ دینے کے لئے نیا مذہب بنا رہی ہے اور ہمارے ہی نادان اور بھولے بھالے علماء اور عوام اس کی رَو میں بہتے جا رہے ہیں۔ فالی اللہ المشتکیٰ ....

ننگِ اسلاف

حسین احمد غفرلہٗ۔

۱۵ ر ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ دیوبند

(مکتوب ۳۶ جلد چہارم ص ۱۱۹)

(مشہور آفسٹ پریس کراچی)